

جاسوسی دنیا

5- فریدی اور لیونارڈ

6- پُراسرار کنواں

7- خطرناک بوڑھا

8- مصنوعی ناک



جاسوسی دنیا

جلد نمبر 2

5	فریدی اور لیونارڈ
6	پُر اسرار کنواں
7	خطرناک بوڑھا
8	مصنوعی ناک

ابن صفی

اسرار پبلی کیشنز

الکریم مارکیٹ، مین کیبر سٹریٹ

اردو بازار لاہور۔ فون : 7321970 - 7357022

جملہ حقوق محفوظ

اس ناول کے نام ، مقام ، کردار اور کہانی سے
تعلق رکھنے والے اداروں کے نام فرضی ہیں۔

پبلیشر.....خالد سلطان

پرنٹر.....یمانی پریس

سیل ڈپو: عثمان ٹریڈرز

الکریم مارکیٹ، مین کبیر سٹریٹ

اردو بازار لاہور۔ فون : 7321970

جاسوسی دنیا نمبر 5

فریدی اور لیونارڈ

(مکمل ناول)

پیشرس

جب بھی میں جاسوسی دنیا کا کوئی ابتدائی ناول دوبارہ چھاپنے لگتا ہوں تو بے اختیار یہی دل چاہتا ہے کہ اس میں کچھ تبدیلیاں کی جائیں، لیکن یہ سوچ کر باز ہی رہنا پڑتا ہے کہ ایسا کرنے سے میرے پڑھنے والوں کو فریدی اور حمید کے کرداروں میں تدریجی ارتقاء کا اندازہ کرنا دشوار ہو جائے گا۔

ہو سکتا ہے کہ آپ آج کے مقابلے میں ان دونوں کے کرداروں کو اس کتاب میں کچھ زیادہ اسرار نہ پائیں، ان میں وہ رچاؤ نہ ملے جو آج ملتا ہے، لیکن یہ ناممکن ہے کہ آج کی جھلکیاں ان میں نہ ملیں، کیونکہ ماضی ہی سے مستقبل بنتا ہے۔

عالمِ ان دونوں کرداروں کی مقبولیت کی بھی یہی وجہ ہے کہ پڑھنے والوں کے ذہن ارتقاء کے ساتھ ہی ساتھ ان میں تبدیلیاں ہوتی گئی ہیں۔

حمید صاحب کے متعلق اب یہ کہا جا رہا ہے کہ وہ سنجیدہ ہوتے جا رہے ہیں لیکن آپ آخر یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ فریدی میں بھی تو بہتری تبدیلیاں ہو گئی ہیں۔ یہ کہنا غلط ہو گا کہ حمید میں بہت زیادہ سنجیدگی آگئی ہے۔ وہ اب بھی عموماً غیر سنجیدہ ہی رہتا ہے۔ مگر اس کے مزاج میں اب پھلکوپن نہیں رہ گیا۔ اب وہ بہت جچی تلی بات کہتا ہے اور موقع بے موقع ہنسانے کی بھی کوشش نہیں کرتا۔ پہلے صرف باتیں بناتا تھا اب کام بھی کرنے لگا ہے۔ بہر حال میں اسے کسی طرح تسلیم نہیں کر سکتا کہ وہ اب سنجیدہ ہو گیا ہے۔ آپ جانتے ہی ہیں کہ فریدی کے تئیں سنجیدگی کا کیا معیار ہے۔ لیکن کیا حمید اس معیار پر پورا اترتا ہے؟

ابن صفحہ

ایک دلچسپ اطلاع

محکمہ سرانرسائی کی پراسرار عمارت صبح کے کمر میں ڈوبی کچھ عجیب سی لگ رہی تھی۔ آج کئی دن سے سردی شباب پر تھی۔ شمالی ہند میں یونہی سردیوں میں سخت سردی پڑتی ہے۔ لیکن اس دوران میں ژالہ باری ہو جانے کی وجہ سے سردی اپنی انتہائی منزلیں طے کر رہی تھی۔ محکمہ سرانرسائی کی عمارت کی دیواریں جو بڑے بڑے چوکور پتھروں کو جوڑ کر بنائی گئی تھی، اپنے استحکام کا اعلان کر رہی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ موسم کی شرائط کیوں سے بے نیاز کمر کی گہری چادر پر طنزیہ ہنسی ہنستی ہوئی کہہ رہی ہوں کہ ہمیں کیا پرواہ ہے، ہم میں تو ایک رخنہ بھی نہیں جس سے اس سردی کی ٹھنڈی لہریں ہمارے اندر پہنچ سکیں۔ ہمارے قلب میں ایسے ایسے راز دفن ہیں جن کی ہوا بھی دنیا کو نہیں لگی۔ دنیا کے سینکڑوں راز ہمارے سینے میں دفن ہونے کے لئے آتے ہیں اور ہم تک محدود ہو کر رہ جاتے ہیں۔

اسی عمارت کے کمپاؤنڈ میں کئی شاندار بنگلے کھڑے اپنے مکینوں کی بڑائی کی تفسیر بیان کر رہے تھے۔ انہیں بنگلوں میں سے ایک کے برآمدے میں ایک قبول صورت انگریز عورت کھڑی شاندار کسی کا انتظار کر رہی تھی۔ اس نے شب خوابی کے لباس پر ادنیٰ لبادہ پہن رکھا تھا۔ اس کی نگاہیں بار بار برآمدے میں لگے ہوئے کلاک کی طرف اٹھ جاتی تھیں۔

تھوڑی دیر کے بعد ایک کار کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی۔ انگریز عورت بے تاب کی ساتھ برآمدے سے اتر کر آگے بڑھی۔

ایک ادھیڑ عمر کا توانا تندرست انگریز کار سے اتر۔ اس نے آگے بڑھ کر عورت کی کمر میں

ہاتھ ڈال دیا۔

”اوہ جیکسن ڈارلنگ.....!“ وہ عورت انگریزی میں بولی۔ ”خدا کا شکر ہے کہ میں تمہیں پھر توانا دستدرست دیکھ رہی ہوں۔“

”انگریز نے جھک کر عورت کی پیشانی چوم لی۔ پھر دونوں بنگلے میں داخل ہو گئے۔ یہ پی ایل جیکسن خفیہ پولیس کا پرنٹنڈنٹ تھا۔ تقریباً دو ماہ سے ایک سخت تکلیف دہ مرض میں مبتلا تھا۔ اس کی زبان کی جڑ میں ایک پھوڑا نکل آیا تھا جس کی وجہ سے وہ تقریباً گونگا ہو کر رہ گیا۔ کھانے پینے میں بھی دقت محسوس ہوتی تھی، جب تک اس میں قوت برداشت رہی وہ مرض کی طرف سے لاپرواہی برتتا رہا تھا، لیکن جب تکلیف ناقابل برداشت ہو گئی تو اسے ہسپتال داخل ہونا پڑا..... جہاں اُس کے پھوڑے کا آپریشن کر دیا گیا۔

آج دو ماہ بعد وہ مکمل طور پر صحت یاب ہو کر گھر واپس آیا تھا، جو عورت اس کا انتظار کر رہی تھی اس کی بیوی تھی۔

اسی دن دو پہر کی بات ہے کہ دفتر میں حمید فریدی کے کمرے میں ہنستا ہوا داخل ہوا۔ فریدی اخبار دیکھنے میں مشغول تھا۔ اس نے چونک کر حمید کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

”شائد آپریشن کے سلسلے میں مسٹر جیکسن کے دماغ کی بھی کوئی رگ کٹ گئی ہے۔“ حمید نے کہا۔

”کیا مطلب.....؟“

”چپر اسیوں سے لے کر ڈپٹی پرنٹنڈنٹ تک کو فرد افراد اپنے کمرے میں طلب کر چکے ہیں۔ اسٹاف کی حاضری کارجر سائنے کھلا رکھا ہے۔“

”کیوں.....؟“

”پتہ نہیں۔“ حمید نے مسکرا کر کہا۔ ”آپ کو سلام دیا ہے۔“

”ہوں..... فریدی نے اٹھ کر سگار کا جلا ہوا انکڑا الٹش ٹرے میں ڈالتے ہوئے کہا۔ اخبار موڑ کر اس نے جیب میں رکھ لیا اور پنچوں کے بل چلتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔ یہ اس کی عجیب و غریب عادت تھی کہ وہ دفتر میں عموماً پنچوں کے بل چلا کرتا تھا۔ غالباً اس کا مقصد یہ تھا کہ جو توں کی آواز سے کسی کے کام میں خلل نہ پڑے۔ وہ پردہ اٹھا کر مسٹر جیکسن کے کمرے میں داخل ہو گیا۔

”ہیلو مسٹر فریدی..... آپ اچھے تو ہیں؟“ پرنسٹنٹ نے پوچھا۔
 ”مہربانی۔“ فریدی نے مسکرا کر کہا۔ ”میں آپ کو آپ کی صحت یابی کی مبارک باد دیتا ہوں۔“
 ”شکریہ.....!“ جیکسن نے کہا۔ ”بیٹھے۔“

فریدی بیٹھ گیا۔

”میں کیا بتاؤں کہ مجھے اپنے شاف سے کتنی محبت ہے۔“ جیکسن مسکرا کر بولا۔ ”میں نے آفس آکر سب سے پہلا کام یہی کیا ہے کہ فردا فردا سب کو بلا کر ملاقات کی۔“
 ”ہم سب آپ کی محبت کی قدر کرتے ہیں۔“ فریدی نے کہا۔
 ”آف..... اس دوران میں میں نے کتنی تکلیف اٹھائی ہے۔“ جیکسن بولا۔
 ”تکلیف کی چیز ہی تھی۔“ فریدی نے کہا۔ ”میں آپ کی آواز میں بڑی حد تک تبدیلی محسوس کر رہا ہوں۔“

”ہاں بھی..... یہ آپریشن ہے ہی ایسی چیز گلے اور زبان کا آپریشن ہوا تھا۔ ایسی صورت میں آواز ہی قائم رہ گئی ہے۔ اس کو ہی غنیمت سمجھتا ہوں۔“
 ”واقعی خدا نے بڑا فضل کیا۔“ فریدی نے یہ جملہ یونہی رسما بڑے جبردار کہہ کے ساتھ ادا کیا۔ اُسے رسمی گفتگو سے سخت نفرت تھی۔ وہ ایک منہ پھٹ اور بے دھڑک حقیقت کا اظہار کر دینے والا آدمی تھا۔

”اس وقت میں نے خاص طور پر ایک اہم معاملے میں مشورہ کرنے کے لئے بلایا ہے۔“
 ”فرمائیے۔“

”کل رات ہسپتال میں مجھے انیکٹر جنرل کی طرف سے ایک اطلاع ملی ہے، جو ہم سب کے لئے انتہائی تشویش ناک ہے۔ تم نے یورپ کے مشہور بلیک میلر لیونارڈ کا نام ضرور سنا ہو گا۔ وہ اپنے چند ساتھیوں سمیت ہندوستان آیا ہے اور اس نے اپنا ہیڈ کوارٹر ہمارے ہی شہر میں قائم کیا ہے۔“
 ”خبر تو انتہائی دلچسپ ہے۔“ فریدی نے دلچسپی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

”مجھے تم سے یہی امید تھی کہ تم اس میں ضرور دلچسپی لو گے۔“ جیکسن نے ہنس کر کہا۔ ”تم تو ایسے موقعوں کی تلاش ہی میں رہا کرتے ہو۔ اب مجھے سو فیصدی یقین ہو گیا ہے کہ تم جی جی فن سر اغر سانی کے دلدادہ ہو۔“

”ہاں..... وہ لیونارڈ.....!“ فریدی نے جیکسن کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

”ہاں تو لیونارڈ خوفناک شخص ہے۔ جس نے سارے یورپ کو ہلا کر کھا تھا۔ حد یہ ہے کہ

اسکاٹ لینڈ کے نامور سرائے رساں بھی اسے نہ پکڑ سکے۔“

”جی ہاں..... میں جانتا ہوں کہ وہ ایک بین الاقوامی بلیک میلر ہے۔ یورپ کے بڑے

بڑے گھرانے اس کے نام سے کانپتے ہیں۔ اس نے ایک بار اسکاٹ لینڈ یارڈ کے نامور جاسوس

پیٹر سن کی اچھی خاصی درگت بنائی تھی۔“

”تم ٹھیک سمجھے۔ میں اسی لیونارڈ کی بات کر رہا ہوں۔“ جیکسن نے کہا۔ ”مگر ایک بات سمجھ

میں نہیں آئی کہ آخر وہ ہندوستان کیوں آیا ہے۔“

”یہاں کے راجوں اور نوابوں کو بلیک میل کرنے کے لئے۔“ فریدی نے کہا۔

”تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا..... کیا تم اُس کی موجودگی سے پہلے ہی واقف ہو۔“

”جی ہاں۔“

”وہ کس طرح.....!“ جیکسن نے کہا۔

فریدی نے جیب سے اخبار نکال کر سپرنٹنڈنٹ کے سامنے میز پر پھیلا کر ایک اشتہار کی

طرف اشارہ کیا۔

سپرنٹنڈنٹ پڑھنے لگا۔

”یہاں کا وہ نواب متوجہ ہو، جو آج سے تین سال قبل محض عیاشی کی غرض سے ایک

معمولی سیاح کے بھیس میں اگلینڈ گیا تھا۔ وہاں اُس نے ایک کسان کی حسین لڑکی پر ڈورے ڈالے

تھے، لیکن اس طرح کامیاب نہ ہونے پر اُس سے شادی کر لی تھی۔ پھر کچھ دن اُس کے ساتھ رہ کر

وہ چپکے سے ہندوستان واپس چلا آیا تھا۔ اُس نواب کو معلوم ہونا چاہئے کہ اب اس کی ریاست کا ایک

جائز وارث اور پیدا ہو گیا ہے۔ میرے پاس سارے ثبوت شادی کے سرٹیفکیٹ سمیت موجود ہیں،

جن کی قیمت چھتر لاکھ روپیہ ہے۔ اگر وہ نواب اُن ساری چیزوں کو حاصل کرنا چاہے تو اس اخبار

کے ذریعے اپنی رضامندی ظاہر کر سکتا ہے، ورنہ یہ سارے ثبوت اس کے نئے وارث کے حق میں

استعمال کئے جائیں گے۔“

”دیکھا آپ نے.....!“ فریدی نے کہا۔

جیکسن نے کچھ سوچتے ہوئے سر ہلادیا۔

”مگر یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ یہ لیونارڈ کی حرکت ہے۔“

”میں تقریباً ایک ماہ سے اس قسم کے اشتہارات کے تراشے جمع کر رہا ہوں۔“ فریدی نے

کہا ”اور یہ سب یورپ ہی کے واقعات سے تعلق رکھتے ہیں اور ان میں سے مجھے کوئی بھی اشتہار ایسا نظر نہیں آیا، جو کسی موٹی آسامی سے متعلق نہ ہو۔“

جیکسن نے پھر سر ہلایا۔

”مسٹر فریدی۔“ جیکسن بولا۔ ”میں اسی لئے تمہاری قدر کرتا ہوں کہ تمہاری نظریں بہت

تیز ہیں۔ میں نے ابھی تقریباً سارے آفسروں سے اس معاملے کے متعلق گفتگو کی ہے لیکن کسی نے بھی ان اشتہاروں کا حوالہ نہ دیا۔“

”ارے اس میں کون سی خاص بات ہے۔“ فریدی بولا۔ ”یہ تو ایسی چیز ہے جس نے معمولی

سے معمولی دماغ والے آدمی کو بھی اپنی طرف متوجہ کر لیا ہو گا۔“

”تم نے ابھی اس قسم کے اور اشتہاروں کا تذکرہ کیا تھا۔“ جیکسن نے کہا۔ ”کیا ان کے

تراشے تمہارے پاس موجود ہیں۔“

”جی ہاں دو تین بیہیں آفس میں موجود ہیں۔“ فریدی نے اٹھتے ہوئے کہا۔

”ٹھہریے! میں ابھی آپ کو دکھاتا ہوں۔“

فریدی انگریزی اخبار کے دو تین تراشے اٹھالایا اور باری باری انہیں پڑھنے لگا۔

”وہ مہارانی صاحبہ متوجہ ہوں، جو عیاشی کے لئے ہر سال پیرس جاتی ہیں۔ ان کے وہ خطوط

میرے پاس موجود ہیں جو انہوں نے اپنے عاشقوں کو لکھے تھے۔ ان خطوط کی قیمت سولہ لاکھ روپیہ

ہے۔ عدم ادائیگی کی صورت میں یہ خطوط شائع کر دیئے جائیں گے۔ سو اسی اخبار کے ذریعے

طے کیا جاسکتا ہے۔“

دوسرا اشتہار یہ ہے

”وہ حسین و جمیل نواب زادی متوجہ ہو، جو پچھلے سال اپنے ایک عاشق کو ساتھ لے کر

سوئیٹزر لینڈ گئی تھی۔ بظاہر وہ اس کا پرائیویٹ سیکریٹری تھا۔ میرے پاس ان دونوں کی کچھ تصاویر

ہیں، جن کا شائع کر دینا انتہائی دلچسپ ثابت ہو سکتا ہے۔ ان تصویروں کی قیمت بیس لاکھ روپیہ

ہے۔ اس سلسلے میں اسی قیمت کے زیورات یا جواہرات قبول کئے جاسکتے ہیں۔ عدم ادائیگی کی صورت میں یہ تصاویر چھو کر مفت تقسیم کر دی جائیں گی۔ اس اخبار کے ذریعہ رضامندی ظاہر کی جاسکتی ہے۔“

”اسی طرح کے اور بھی اشتہارات ہیں، لیجئے خود آپ ہی پڑھ لیجئے۔“ فریدی نے تراشے جیکسن کی طرف بڑھادیئے۔

”تعب ہے کہ پولیس ابھی تک اس کی طرف متوجہ نہیں ہوئی۔“ جیکسن نے کہا۔ ”یہ تو کھلا ہوا جرم ہے۔ یہ اخبار گویا بلیک میلنگ کی ہمت افزائی کر رہا ہے، اسے تو فوراً ضبط کر کے اس پر مقدمہ چلانا چاہئے۔“

فریدی ہنسنے لگا۔

”لیونارڈیا اس کے شریک کار معمولی آدمی نہیں ہیں۔ وہ اتنی آسانی سے گرفت میں نہیں آسکتے۔“ فریدی نے کہا۔

”میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔“

”ذرا آج کے اخبار کا ایڈیٹوریل کا یہ حصہ ملاحظہ فرمائیے۔“ فریدی نے اخبار جیکسن کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

جیکسن پڑھنے لگا۔

”ہم نے اپنے قارئین کی دلچسپی کے لئے ایسے اشتہارات کے نمونے چھاپنے کا سلسلہ شروع کیا ہے، جو یورپ میں بلیک میلنگ کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں۔ آج کے اخبار میں بھی آپ کو ایسا ہی اشتہار ملے گا۔ ہم آئندہ بھی آپ کی دلچسپی کیلئے ان کا سلسلہ جاری رکھیں گے۔“

جیکسن پڑھ چکنے کے بعد فریدی کی طرف حیرت سے دیکھنے لگا۔

”مگر یہ تو بتاؤ کہ تم نے آج تک کسی کا جواب بھی اخبار میں دیکھا یا نہیں۔“ جیکسن نے کہا۔

”ایسی صورت میں جبکہ خود اخبار والے ملے ہوئے ہوں جواب شائع کرنے کی ضرورت ہی

کیا رہ جاتی ہے۔“ فریدی نے کہا۔

”لیکن یہ دوٹوک سے کیسے کہا جاسکتا ہے کہ اخبار والے ملے ہوئے ہیں۔“

”ان خطوط کے بارے میں ایڈیٹوریل نوٹ پڑھ کر قطعی کہا جاسکتا ہے۔“

”بات دراصل یہ ہے کہ مسٹر فریدی کہ تم باتوں کو بہت ہی گھما پھرا کر سوچنے کے عادی ہو۔“ جیکسن نے کہا۔ ”بہت ممکن ہے کہ اس قسم کے خطوط دلچسپی ہی کے لئے شائع کئے جاتے ہوں۔“

”لیکن مجھے تو اس میں کوئی بھی دلچسپی کی بات نظر نہیں آتی۔“ فریدی نے کہا۔ ”اور اگر دلچسپی ہی کے لئے ان کا سلسلہ شروع کیا گیا ہو تا تو دو ایک اشتہارات کافی تھے یا پھر ہر اشتہار میں کوئی نئی بات ہونی چاہئے تھی۔ اب تک تقریباً پندرہ اشتہارات شائع ہو چکے ہیں، لیکن سب ایک جیسے۔ ہر ایک میں ایک نئے ڈھنگ سے روپیوں کا مطالبہ کیا گیا ہے۔“

”خیر بھی یہی ہو گا۔“ جیکسن نے اکتا کر کہا۔ ”مجھے دراصل تمہیں یہ اطلاع دینی تھی کہ لیونارڈ کا پیہ لگانے کے لئے چھ جاسوسوں کی ایک کمیٹی بنائی گئی ہے، جس میں تمہارا نام ہے۔“
 ”تو کیا سب کو ایک ہی طریقہ کار پر عمل کرنا پڑے گا۔“ فریدی نے پوچھا۔
 ”قطعی.....!“ جیکسن نے میز پر جھکتے ہوئے کہا۔ ”یہ لازمی ہے۔“
 ”لیکن میں اس کا عادی نہیں۔“

”مجبوری ہے۔ یہ تو کرنا ہی پڑے گا۔ تمہیں روزانہ رپورٹ دینی پڑے گی۔“
 ”آپ جانتے ہیں کہ میں اس پر کبھی کاربند نہیں رہا۔“ فریدی نے کہا۔
 ”اس بار تو تمہیں اس پر عمل کرنا ہی پڑے گا۔ کیونکہ احکامات اوپر سے آئے ہیں۔“
 جیکسن بولا۔

”اور اگر میں انکار کر دوں۔“ فریدی نے کہا۔
 ”کیا بچنے کی باتیں کر رہے ہو۔“ جیکسن نے ترش روئی سے کہا۔ ”یہاں رہ کر تمہیں احکامات کا پابند ہونا پڑے گا۔“

”اور اگر فرض کیجئے کہ میں استغنیٰ دے دوں تو۔“
 ”میں تمہیں اس کی رائے نہ دوں گا۔“ جیکسن لا پرواہی سے بولا۔
 ”لیکن میں اپنے اصول کے خلاف ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھ سکتا۔“

”آخر اس میں تمہارا نقصان ہی کیا ہے۔“ جیکسن جھنجھلا کر بولا۔ ”تمہارے جیسا ضدی آدمی تو میری نظروں سے گزرا ہی نہیں مجھے ڈر ہے کہ تم کہیں اپنی جان نہ گنوا بیٹھو۔ اگر

ہمیں تمہاری اسکیموں کی خبر نہ ہوگی تو ہم تمہاری حفاظت کیسے کریں گے۔“

”آپ کا فرمانا درست ہے۔“ فریدی نے آہستہ سے کہا۔ ”اور آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ میں اس جھگے میں روٹیوں کے لئے نہیں آیا۔ میری خطر پسند طبیعت نے اسی پیشے میں تسکین کا سامان دیکھ کر مجھے اس طرف آنے پر مجبور کیا ہے۔ میرا اس کام میں دل ہی نہیں لگتا جس میں قدم قدم پر موت کا خطرہ نہ ہو۔“

”ذاتی طور پر یہ چیز تمہارے لئے ٹھیک ہو سکتی ہے لیکن جھگے کے حق میں نقصان دہ ہے۔“

”لیکن اس سے پہلے تو مجھے اس بات پر کبھی مجبور نہیں کیا گیا۔“ فریدی نے کہا۔

”بھئی پہلے کی بات اور ہے۔ پہلے تمہارا تعلق صرف مجھ سے تھا لیکن اس بار براہ راست

انسپکٹر جنرل کا معاملہ ہے۔“

”خیر دیکھا جائے گا۔“ فریدی نے کہا۔ ”میں کوشش کروں گا کہ ان کی ہدایات پر عمل کروں۔“

”آج شام تک بقیہ پانچ جاسوس بھی یہاں پہنچ جائیں گے۔ میں کل اُن سے تمہارا تعارف

کرا دوں گا۔ یہ سب مختلف صوبوں کے بہترین دماغ ہیں۔“

تھوڑی دیر بعد فریدی وہاں سے اٹھ کر اپنے کمرے میں چلا آیا۔

پُر اسرار آدمی

مشہور اخبار نیو اسٹار کے دفتر کی عمارت برقی قلموں کی روشنی میں نہائی ہوئی کھڑی تھی۔ رات کے تقریباً دس بجے ہوں گے۔ سردی کی زیادتی کی وجہ سے سڑکوں پر لوگوں کی آمد و رفت کم ہو گئی تھی۔ رات کے سناٹے میں اخبار چھاپنے والی مشینوں کی گھڑ گھڑا ہٹ عجیب انتشار برپا کئے ہوئے تھی۔ اس کے ساتھ ہی کبھی کبھی کتوں کے بھونکنے کی آوازیں بھی فضا میں گونج اٹھتی تھیں۔

نیو اسٹار کے دفتر اور چھاپے خانے میں لوگ تندہی سے اپنے فرائض انجام دے رہے تھے۔

دفعتاً ایڈیٹر کے کمرے میں شور ہونے لگا۔ قریب کے لوگ اپنا کام کاج چھوڑ کر کمرے کے دروازے پر اکٹھا ہو گئے۔

ایڈیٹر اپنے کمرے کے دروازے پر کھڑا مجمع سے کہہ رہا تھا۔ ”جاؤ..... تم لوگ یہاں کیوں اکٹھا ہو گئے۔ جاؤ..... اپنا کام کرو۔“

لوگ آہستہ آہستہ اپنے کاموں میں مشغول ہو گئے۔ ایڈیٹر کمرے میں لوٹ آیا۔ یہاں ایک آدمی آرام کرسی پر بیہوش پڑا تھا۔ اسٹنٹ ایڈیٹر اس کے کپڑوں کے بٹن کھول رہا تھا۔

”دوڑو..... جلدی کرو..... ڈاکٹر.....!“ ایڈیٹر نے سب ایڈیٹر سے کہا۔

سب ایڈیٹر بیہوش آدمی کو اسی حالت میں چھوڑ کر باہر چلا گیا۔

ایڈیٹر نے بیٹھ کر ایک سگریٹ سلگایا اور ایک مضحکہ خیز مسکراہٹ کے ساتھ بیہوش آدمی کی طرف دیکھنے لگا۔ بیہوش آدمی نے آرام کرسی پر بدستور لیٹے ہی لیٹے آدھی کھلی آنکھوں سے کمرے کا جائزہ لیا اور ایک ہاتھ الشر کی اندرونی جیب میں ڈال کر نوٹوں کا ایک بڈل نکالا اور فرش پر گرا دیا۔ ایڈیٹر نے جھک کر بڈل اٹھایا اور اپنے جیب میں ڈال لیا۔ اس کے بعد بیہوش آدمی کی کرسی سے ایک تہہ کیا ہوا کاغذ گرا۔ ایڈیٹر نے اسے بھی اٹھا کر میز کی دراز میں رکھ لیا۔ پھر وہ اٹھ کر کمرے کے دروازے پر آیا اور جتن اٹھا کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ اس پاس کوئی موجود نہ تھا۔ وہ باہر نکل کر برآمدے میں کھڑا ہو گیا۔

تھوڑی دیر بعد اسٹنٹ ایڈیٹر ڈاکٹر کو لے کر آگیا۔ اُن دونوں کے پیچھے ایک آدمی اور تھا۔ اُس نے اُن کے قریب پہنچ کر اپنی فلت ہیٹ اتاری اور اپنا ملاقاتی کارڈ گھبرائے ہوئے ایڈیٹر کی طرف بڑھا دیا۔ ایڈیٹر ڈاکٹر سے کہہ رہا تھا۔ ”ڈاکٹر صاحب..... ذرا دیکھ لیجئے۔ میں تو سخت پریشان ہوں۔ معلوم نہیں بے چارہ کس کام کے لئے آیا تھا۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی بیہوش ہو کر گر پڑا۔“

”اچھا میں دیکھتا ہوں۔“ یہ کہہ کر ڈاکٹر اسٹنٹ ایڈیٹر کے ساتھ کمرے میں چلا آیا۔ ڈاکٹر وہیں کھڑا آنے والے کے ملاقاتی کارڈ کو بغور دیکھ رہا تھا۔

”فریدی صاحب۔“ ایڈیٹر نے آنے والے کو گھورتے ہوئے کہا۔ ”فرمائیے کیسے تکلیف کی۔“

”کوئی خاص بات نہیں۔“ فریدی نے کہا۔ ”پہلے آپ اپنے مریض کو دیکھئے پھر بعد میں

باتیں ہوتی رہیں گی۔“

ایڈیٹر کمرے کی طرف بڑھا..... اُس کے پیچھے فریدی بھی۔

”کہئے ڈاکٹر صاحب کیا بات ہے۔“ ایڈیٹر نے کہا۔

”کوئی خاص بات نہیں..... مجھے یہ بیہوشی بہت زیادہ تھکن کا نتیجہ معلوم ہوتی ہے۔“

ڈاکٹر نے کہا۔ ”یہ جلد ہی ہوش میں آجائیں گے۔“

فریدی نے بیہوش آدمی کی طرف دیکھا اور چونک پڑا۔

”تشریف رکھئے۔“ ایڈیٹر نے فریدی سے کہا۔ اُس کے لہجے میں عجیب طرح کا اضطراب

تھا۔ جسے خوف ہی کا نتیجہ کہا جاسکتا ہے۔

فریدی خاموشی سے ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

”کمزور اعصاب کے لوگوں پر عموماً سردیوں میں اس قسم کے دورے پڑ جاتے ہیں۔“

فریدی نے کہا۔

”آپ کا خیال درست ہے۔“ ڈاکٹر بولا۔

”یہ ہیں کون صاحب۔“ فریدی نے کہا۔

”معلوم نہیں۔“ ایڈیٹر نے کہا۔ ”انہوں نے چیز اسی سے اپنا ملاقاتی کارڈ بھجوایا تھا.....

اس کے بعد خود اندر آئے اور بیہوش ہو کر گر پڑے۔ میں اور میرا اسٹنٹ دونوں یہاں موجود

تھے..... ہم نے انہیں اٹھا کر کرسی پر ڈال دیا اور اسٹنٹ ڈاکٹر کو لینے چلا گیا۔“

فریدی نے میز پر سے اجنبی کا ملاقاتی کارڈ اٹھا کر دیکھا جس پر لکھا ہوا تھا۔

”پرنس عدنان آف عراق.....!“

فریدی نے معنی خیز انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ میں صورت ہی دیکھ کر سمجھ گیا تھا کہ

کوئی بڑا آدمی ہے۔“

”جی ہاں..... میری پریشانی کا باعث دراصل یہی چیز تھی۔“ ایڈیٹر سگریٹ سلگاتا ہوا

بولا۔ ”لہجے شوق فرمایئے۔“ اُس نے سگریٹ کیس فریدی کی طرف بڑھایا۔

”جی شکریہ..... میں صرف سگار پیتا ہوں۔“ فریدی نے کہا۔

”عجیب مصیبت ہے۔“ ایڈیٹر نے بیہوش آدمی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”اگر اس قسم کا

خطرناک مرض لاحق ہوتا ہے تو یہ لوگ وقت بے وقت گھر ہی سے کیوں نکلتے ہیں۔“
 تھوڑی دیر بعد اجنبی کو ہوش آگیا۔ وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ اُس نے چند ہیائی ہوئی
 آنکھوں سے چاروں طرف دیکھا اور خفت آمیز مسکراہٹ کے ساتھ انگریزی میں بولا۔ ”مجھے
 افسوس ہے کہ میری وجہ سے آپ لوگوں کو پریشانی اٹھانی پڑی۔“

”کوئی بات نہیں.....“ ایڈیٹر نے مسکرا کر کہا۔ ”فرمائیے کیسے تکلیف کی تھی۔“
 ”مجھے پانچ منٹ کی مہلت دیجئے۔“ اجنبی بولا۔ ”مجھے سوچنا پڑے گا کہ میں کیوں آیا تھا۔ اس
 قسم کے دوروں کے بعد عموماً میں تھوڑی دیر کے لئے اپنی یادداشت کھو بیٹھتا ہوں۔“
 ”بڑی عجیب بات ہے۔“ فریدی معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

”جی ہاں.....“ یورپ کے تقریباً ہر ملک میں میں نے اپنے اس مرض کا شافی علاج کرانا چاہا
 لیکن بیکار.....!“ اجنبی نے کہا اور کچھ سوچنے لگا۔
 ”میرا خیال ہے کہ ہندوستان میں آپ کے اس مرض کا خاطر خواہ علاج ہو جائے گا۔“
 فریدی نے کہا۔

اجنبی اس کے جملے پر چونک پڑا۔
 ”جی ہاں.....!“ وہ مسکرا کر بولا۔ ”میں نے بھی یہاں کے معالجوں کے طریقہ علاج کی
 بہت تعریف سنی ہے۔“
 ”کہئے کچھ یاد آیا۔“ ایڈیٹر نے ہنس کر کہا۔

”جی ہاں.....!“ اجنبی بولا ”میں دراصل آپ کے اخبار میں ایک اشتہار دینے کے
 لئے آیا تھا۔“
 ”ہاں ہاں..... شوق سے۔“ ایڈیٹر نے کہا۔

”مجھے ایک ڈرائیور کی ضرورت ہے۔“
 ”اگر یہ بات ہے تو انگریزی اخبار آپ کے لئے بیکار ثابت ہو گا۔“ فریدی نے کہا۔ ”کیونکہ
 ہندوستان میں شاید ہی کوئی انگریزی پڑھا ہو ایسے ورڈرائیور مل سکے۔“

”لیکن مجھے تو انگریزی ہی جاننے والا چاہئے کیونکہ میں ہندوستانی زبان نہیں سمجھ پاتا۔“
 اجنبی نے کہا۔

”خیر کوشش کیجئے۔ شاید کوئی مل ہی جائے۔“ فریدی بولا۔

”آپ اپنا پتہ مجھے دے دیجئے..... میں اشتہار شائع کر دوں گا۔“ ایڈیٹر نے اجنبی

سے کہا۔

تھوڑی دیر تک ادھر ادھر کی گفتگو کرنے کے بعد اجنبی کھڑا ہو گیا۔ اُس نے وہاں سے بیٹھے ہوئے سب آدمیوں سے مصافحہ کیا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

”ہاں تو فرمائیے..... میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔“ ایڈیٹر نے فریدی کی طرف

دیکھ کر کہا۔

”جناب پہلے یہ فرمائیے کہ کیا آپ کا کمرہ آسیب زدہ ہے۔“ فریدی نے کہا۔

”کیوں..... کیا بات ہے۔“ ایڈیٹر نے کہا۔

”مجھے کچھ ایسا محسوس ہوتا ہے، جیسے میں بھی تھوڑی دیر بعد بیہوش ہو جاؤں گا۔“ فریدی

نے کھٹی ہوئی آواز میں کہا۔

”ارے.....!“ ایڈیٹر حیرت سے آنکھیں پھاڑتا ہوا بولا۔

”جی ہاں..... ذرا جلدی سے..... ڈاکٹر شائد ابھی تھوڑی سی دور گیا ہو گا۔“ فریدی یہ

کہتے کہتے کرسی پر ایک طرف لٹک گیا۔ اس کا بایاں ہاتھ زمین پر جھول رہا تھا۔

ایڈیٹر گھبرا کر کھڑا ہو گیا۔ وہ اُسے آوازیں دے رہا تھا لیکن بے سود۔ فریدی بے ہوش ہو چکا

تھا۔ بجائے اُس کے کہ وہ کھٹی بجاکر کسی کو بلا تا خود باہر کی طرف بھاگا۔ شاید وہ ڈاکٹر کو بلانے جا رہا

تھا۔ اُس نے اُسے عمارت کے پھانگ پر ہی جالیا۔

”ڈاکٹر..... ڈاکٹر..... فور اوپس چلو..... دوسرے صاحب بھی بے ہوش ہو گئے۔“



دوسرے دن فریدی اور حمید میں گفتگو ہو رہی تھی۔ نوا اشار کا تازہ پرچہ میز پر کھلا ہوا پڑا

تھا۔

”دیکھو آج اُن دلچسپ اشتہارات کا سلسلہ نہیں شائع ہوا۔“ فریدی نے کہا۔
 ”ایڈیٹر نے معذرت بھی کی ہے۔“ حمید بولا۔ ”یہ دیکھئے لکھتا ہے ہمیں افسوس ہے کہ آج
 کی اشاعت میں اچانک مسودہ کھو جانے کی بناء پر بلیک میلنگ کا دلچسپ اشتہار شائع نہ ہو سکا۔“
 ”یہ بات تو اس نے بالکل سچ لکھی ہے۔“ فریدی بولا۔ ”مسودہ سچ کچھ کھو گیا تھا اور غالباً تم یہ
 بھی جانتے ہو کہ آج کل شہر میں کھوئی ہوئی چیزیں میری جیب سے برآمد ہوتی ہیں۔“
 ”کیا مطلب.....؟“ حمید نے اُسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔
 ”یعنی یہ کہ وہ مسودہ اس وقت میری جیب میں موجود ہے۔“ فریدی نے جیب سے ایک تہہ
 کیا ہوا کاغذ نکالتے ہوئے کہا۔ ”پڑھو۔“

حمید پڑھنے لگا۔

”لندن کی حسین رات کون بھول سکتا ہے، جب پرنس..... نے اپنی کنواری پچازاد بہن
 کو ایک رات کے لئے اپنی بیوی بنایا تھا۔ لندن کے جیفرز ہوٹل کا کمرہ نمبر ۱۱۵ سہاگ رات کی
 رنگینیوں سے معمور تھا۔ پرنس کی پچازاد بہن دوسرے ہی دن ہندوستان کے لئے روانہ ہو گئی۔
 واپسی پر تین دن کے اندر ہی اندر اُس نے ایک جاگیر دار سے شادی کر لی۔ میرے پاس اس کا کافی
 ثبوت موجود ہے کہ وہ جس بچے کی ماں بننے والی ہے وہ جاگیر دار کا نہیں ہے۔ میں اس پرنس اور اس
 کی پچازاد بہن سے پندرہ لاکھ روپے کا مطالبہ کرتا ہوں، عدم ادائیگی کی صورت میں یہ راز اُس
 جاگیر دار کو معہ ثبوت بتایا جائے گا۔ خط و کتابت اسی اخبار کی معرفت ہونی چاہئے۔“
 ”لیکن یہ آپ کو ملا کیسے۔“ حمید نے کہا۔

فریدی نے اُس رات کے سارے حالات بتاتے ہوئے کہا۔ ”میرے بیہوش ہوتے ہی
 ایڈیٹر گھبرا کر ڈاکٹر کو بلانے کے لئے کمرے سے باہر نکل گیا اور میں نے جلدی جلدی اس کمرے کی
 تلاشی لینی شروع کر دی۔ سب سے پہلے میں نے میز کی درازوں کو کھولا۔ اتفاق سے یہ کاغذ اوپر ہی
 رکھا ہوا مل گیا۔ اتنا کافی تھا۔ میں نے جلدی سے اُسے جیب میں ڈالا اور پھر بن کر لیٹ گیا۔ اس
 کاغذ پر دو آدمیوں کی انگلیوں کے نشانات ملے ہیں اور دوسرے نشانات کے بارے میں ابھی کچھ
 کہہ نہیں سکتا۔ لیکن مجھے جس پر شبہ ہے اس کے پیچھے تمہیں لگانا چاہتا ہوں۔ تم بہ آسانی اس کی

انگلیوں کے نشانات لے سکو گے۔“

”وہ کون ہے۔“ حمید نے بے تابی سے پوچھا۔

”وہی شخص جو رات ایڈیٹر کے کمرے میں بیہوش ہو گیا تھا۔“ فریدی نے کہا۔ ”اس کے لئے تمہیں اس کا موٹر ڈرائیور بننا پڑے گا۔“

”میں سمجھ گیا..... ہاں تدبیر تو اچھی خاصی ہے۔“ حمید بولا۔ ”لیکن یہ تو بتائیے کہ آپ نے ہوش میں آنے کے بعد ایڈیٹر کو کیا بتایا تھا کہ آپ اس سے کیوں ملنے گئے تھے۔“

”ارے یہ بھی کوئی خاص بات ہے۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔ ”میں نے کل کی اشاعت کے ایک مضمون کے متعلق اس سے گفتگو شروع کر دی تھی جو کچھ حکومت کی مخالفت میں تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ نیوٹار مجھے بہت پسند ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ حکومت اس پر کسی قسم کی پابندی لگا دے۔ لہذا اس قسم کے مضامین نہ چھاپے جائیں۔“

”بہت خوب.....!“ حمید نے کہا۔ ”اور اس شخص کی اچانک بے ہوشی کے متعلق آپ کی

کیا رائے ہے۔“

”میرا خیال ہے کہ وہ شخص یہ اشتہار ایڈیٹر کو دینے کے لئے آیا ہو گا اور موقع نہ دیکھ کر اس نے یہ چال چلی۔ اسے بیہوش ہوتے دیکھ کر ایڈیٹر نے اپنے اسٹنٹ کو ڈاکٹر کے لئے دوڑا دیا۔ اس نے اس دوران میں وہ اشتہار ایڈیٹر کو دیا ہو گا۔ جب وہ ہوش میں آیا اس وقت میں وہاں موجود تھا۔ میرے علاوہ ڈاکٹر بھی تھا۔ ہم لوگوں کی موجودگی میں اُس نے یہی ظاہر کرنا مناسب سمجھا کہ وہ ایک موٹر ڈرائیور کے لئے اخبار میں اشتہار دینا چاہتا ہے۔“

حمید نے معنی خیز انداز میں سر ہلایا۔

”اس اخبار میں پرنس عدنان کی طرف سے ایک موٹر ڈرائیور کے لئے اشتہار شائع ہوا ہے۔

لیکن اب اسے دھوکا دینا مشکل ہو جائے گا۔“ حمید نے کہا۔

”تم ٹھیک سمجھے! ایڈیٹر نے اسے رات ہی میں مطلع کر دیا ہو گا کہ مسودہ گم ہو گیا ہے اور وہ بھی سمجھ گیا ہو گا کہ یہ کام میرا ہی ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ اب پرنس عدنان کافی احتیاط سے کام لے گا۔“

”آپ یہ سب اتنے وثوق کے ساتھ کہہ رہے ہیں، جیسے آپ کو مکمل یقین ہو کہ پرنس

عدنان ہی اصل مجرم ہے۔“ حمید نے کہا۔

”اصل مجرم وہ نہیں بلکہ لیونارڈ ہے۔ وہ تو اس کا ایک ایجنٹ معلوم ہوتا ہے۔“ فریدی نے کہا۔

”لیجنے ایک نہ شد و شد۔“ حمید نے کہا۔ ”میں تو پرنس عدنان ہی کو لیونارڈ سمجھ رہا تھا۔“

”تم غلط سمجھ رہے تھے۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔ ”لیونارڈ انگریز ہے اور پرنس عدنان ہندوستانی۔“

”ہندوستانی یا عراقی.....؟“ حمید نے کہا۔

”سو فیصدی ہندوستانی۔“

”وہ کیسے؟“

”پہلے تم اُسے ایک بار دیکھ آؤ..... پھر بتاؤں گا۔“ فریدی نے کہا۔

”تو میں کس طرح جاؤں۔“ حمید نے کہا۔

”پیدل.....!“

”او نہ! میرا یہ مطلب نہیں۔“ حمید نے قدرے جھنجھلا کر کہا۔ ”میں اُس سے کس حیثیت

سے ملوں۔“

”ایک ملازمت کے خواہاں موٹر ڈرائیور کی حیثیت سے۔“

”مگر وہ اب کافی ہو شیار ہو گیا ہو گا۔“

”تب تو مجھے اور بھی زیادہ آسانی ہو جائے گی۔“ فریدی نے کہا۔ ”ہمیشہ یاد رکھو کہ مجرم اُس

وقت بہت آسانی سے گرفت میں آجاتا ہے جب وہ حد سے زیادہ محتاط ہو جائے۔ میں تو یہ چاہتا ہی

ہوں کہ تمہارے جانے پر اُسے کسی طرح شبہ ہو جائے کہ مقامی جاسوس اس کے پیچھے لگ گئے ہیں۔“

حمید نے پھر معنی خیز انداز میں سر ہلایا۔

”لیکن ایک بات کا خاص خیال رکھنا۔“ فریدی نے کہا۔ ”اُس پر یہ نہ ظاہر ہونے پائے کہ تم

انگریزی کافی جانتے ہو۔ گفتگو ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں کرنا۔ حتی الامکان اس بات کی کوشش کرنا کہ

اُسے شبہ نہ ہونے پائے۔ اگر شبہ ہو ہی گیا تو اس کی فکر نہیں، کیونکہ اس صورت میں بھی کوئی نہ

کوئی راستہ نکال ہی لوں گا۔“

”میں اچھی طرح سمجھ گیا۔“ حمید نے کہا۔ ”اچھا تو میں کس طرح جاؤں..... کیا بھی

بدلنے کی بھی ضرورت ہوگی۔“

”قطعی..... بغیر بھیس بدلے اس کے سامنے جانا بھی مت۔ ورنہ سارا کھیل بگڑ جائے گا۔ آج تین بجے تم اس کے یہاں ضرور پہنچ جانا..... اور ہاں میں ابھی تمہیں ایک تجربہ کار ملٹری ڈرائیور کا سرٹیفکیٹ بھی دے دوں گا۔“

نوک جھونک

خفیہ پولیس کے دفتر میں مسٹر جیکسن کے کمرے میں ملک کے چھ سربراہ آورده جاسوسوں کی مینٹگ ہو رہی تھی۔ فریدی کے علاوہ ہر ایک اپنی رپورٹ مسٹر جیکسن کے سامنے پیش کر چکا تھا۔

”کیوں مسٹر فریدی آپ کیا سوچ رہے ہیں۔“ جیکسن نے کہا۔

”میں یہ سوچ رہا ہوں کہ ایک ایسے شخص کا پتہ لگانا کتنا دشوار ہے جسے آج تک کسی نے نہ دیکھا ہو۔ جس کی تصویر محکمہ سراخ رسانی کے دفتر میں موجود نہ ہو۔ اسکاٹ لینڈیارد والے محض اسی بناء پر اُسے پکڑ نہ سکے کہ اُن کے پاس نہ تو تصویر تھی اور نہ دوسرے ایسے نشانات جن سے وہ پکڑا جاسکے۔“

”تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہمیں ناامید ہو جانا چاہئے۔“ جیکسن نے کہا۔

”میں یہ بھی نہیں کہہ سکتا۔“ فریدی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ ”ہو سکتا ہے کہ وہ ہماری گرفت میں آ ہی جائے، لیکن ایسے لوگوں کا پکڑا جانا محض اتفاق پر مبنی ہوتا ہے۔ کسی خاص طریقہ کار پر عمل کر کے ایسوں کو گرفتار کر لینا قطعی ناممکن ہے۔“

”بہر حال اس بحث سے کوئی فائدہ نہیں۔“ جیکسن نے کہا۔ ”یہ بتاؤ کہ تم نے اب تک کیا کیا؟“

”میں نے آپ سے اپنے جس شبہ کا اظہار کیا تھا اس کے تحت میں اخبار کے دفتر میں گیا تھا لیکن وہاں تحقیقات کرنے پر مجھے پتہ چلا کہ میں غلطی پر تھا۔ ایڈیٹر نے مجھے بتایا کہ وہ لوگوں کی دلچسپی کے لئے اسی قسم کے دوسرے سلسلے بھی شروع کرنے والا ہے۔“

”وہ تو میں پہلے ہی کہہ رہا تھا۔“ مسٹر جیکسن نے مسکرا کر کہا۔

”ارے پھر کہاں آپ کہاں میں۔“ فریدی نے انتہائی خاسکارتہ انداز میں کہا۔ ”آپ بہر حال ہم سب کے استاد ہیں۔“

جیکسن ہنسنے لگا۔

”تو پھر اب تمہارا کیا ارادہ ہے۔“ جیکسن بولا۔

”میں کسی خاص لائن پر کام نہیں کر رہا ہوں۔“ فریدی نے کہا۔

”تو پھر ان جاسوسوں کے بنائے ہوئے پلان میں اُن کے شریک کار ہو جاؤ۔“ جیکسن نے کہا۔

”میں اسے وقت برباد کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں سمجھتا۔“ فریدی نے کہا۔

”یہ آپ کس طرح کہہ سکتے ہیں۔“ ایک جاسوس تیز لہجے میں بولا۔ ”بقیہ جاسوسوں کے چہروں سے بھی یہی ظاہر ہو رہا تھا کہ انہوں نے فریدی کے اس جملے کا بُرا مانا ہے۔“

”دیکھیے، جناب یہ شیر کا شکار تو ہے نہیں کہ آپ نے ہانکا کر ادیا اور اس کا انتظار کرنے لگے اور ابھی شیر خود بخود سامنے آجائے گا۔“ فریدی نے مسکرا کر کہا۔ ”یہ ایک ایسے آدمی کا معاملہ ہے جسے آج تک کسی نے دیکھا ہی نہیں، اور پھر اس نے یہاں کوئی واردات بھی نہیں کی کہ اس کے سہارے کسی خاص نتیجے پر پہنچا جاسکے۔“

”تو اس کا صریحاً یہ مطلب ہے کہ اُسے گرفتار کیا ہی نہیں جاسکتا۔“ دوسرا جاسوس بولا۔

”تاؤ فتیکہ اس کا کچھ پتہ نشان نہ ملے۔ میں تو ایسا ہی سمجھتا ہوں۔“ فریدی نے کہا۔

”میرا تو خیال یہ ہے کہ جب تک وہ خود ہمارے سامنے آکر یہ نہ کہہ دے کہ وہی لیونارڈ ہے اس کا پکڑا جانا محال ہے۔“ ایک جاسوس نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

”بے شک حالات تو ایسے ہی ہیں۔“ فریدی نے کہا۔ ”اور پھر نہ گھوڑا دور نہ میدان ہر ایک کے جوہر کھل جائیں گے۔“

”بھئی آخر اس نوک جھونک سے کیا فائدہ۔“ جیکسن نے کہا۔

”بہر حال صاحب، ہم لوگوں نے جو پلان تیار کیا ہے اسی کے مطابق کام کریں گے۔“ ایک جاسوس بولا۔ ”آپ کو اختیار ہے چاہے آپ ہمارا ساتھ دیں یا نہ دیں۔“

”آپ کا خیال بالکل ٹھیک ہے۔“ فریدی نے کہا۔ ”اور یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر معاملے میں میری رائے ٹھیک ہی اترے، لیکن ممکن ہے آپ کا بتایا ہوا پلان ہی مفید ثابت ہو۔ بہر حال مجھ

سے آپ جس وقت جو کام لینا چاہیں لے سکتے ہیں۔“

”آپ کا بہت بہت شکریہ۔“ ایک بوڑھے جاسوس نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

”میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ لوگ یہ کام مل جل کر کریں۔“ جیکسن نے کہا، ”کیونکہ مقابلہ

ایک انتہائی پراسرار آدمی سے ہے۔“

”قریب قریب ہم سب بھی یہی چاہتے ہیں۔“ فریدی نے ہنس کر کہا۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ سب مسٹر جیکسن کے کمرے سے اٹھ کر چلے گئے۔ فریدی اپنے کمرے میں آکر بیٹھ گیا۔ اُس نے انگلیوں کے وہ نشانات نکالے جو اُس نے اخبار کے دفتر سے چرائے ہوئے کاغذ پر سے حاصل کئے تھے۔ تھوڑی دیر تک انہیں بغور دیکھتا رہا پھر اٹھ کر ریکارڈ روم میں چلا گیا۔ وہاں اس نے دو تین فائل نکالے اور انہیں التا پلٹا رہا۔ دفعتاً وہ چونک پڑا۔۔۔۔۔ فائل میں ایک جگہ کسی آدمی کی انگلیوں کے نشانات تھے۔ وہ اپنے حاصل کئے ہوئے نشانات سے اُن کا موازنہ کرنے لگا اور پھر ایک تصویر پر اس کی نظر پڑی۔ اچانک اس کی اونگھتی ہوئی آنکھوں میں عجیب قسم کی چمک پیدا ہو گئی۔ وہ دیر تک اس فائل کے کاغذات کو التا پلٹتا رہا۔ اتنے میں کلاک نے چار بجائے اور اس نے فائل الماری میں رکھ دیا اور اپنے کمرے میں آکر گھر جانے کی تیاری کرنے لگا۔

تقریباً آٹھ بجے رات کو حمید لوٹ آیا اور آتے ہی ایک صوفے پر ڈھیر ہو گیا۔

”خیریت.....!“ فریدی نے کہا۔

”میں نے یہ لفظ آج تک نہیں سنا۔“

فریدی سمجھ گیا کہ ضروری کوئی خاص بات ہوئی ہے۔

”کیوں بھی.....!“ آخر اتنی بدحواسی کیوں۔

”تھکا تھکا کر مارڈالاکرام زائے نے۔“ حمید نے کہا، ”اور آخر بعد میں کہہ دیا تم اس کار کی

حفاظت نہ کر سکو گے۔ کیونکہ تم ہمیشہ ملٹری لاریاں چلاتے رہے ہو۔“

”بہت خوب.....!“ فریدی نے مسکرا کر کہا۔ ”تو اس نے تمہارے سرٹیفکیٹ دیکھے تھے۔“

”جی ہاں..... کافی دیر تک۔“ حمید بولا۔ ”اور پھر اُس نے مجھ سے کہا کہ میں تمہارا اثر اکیل

لینا چاہتا ہوں..... یہ کہہ کر جو اُس نے مجھے اپنی کار میں جوتا ہے تو اب فرصت ملی ہے۔ کافی گھوم

پھر لینے کے بعد اُس نے مجھے پانچ کا نوٹ نکایا اور ٹھنڈے ٹھنڈے رخصت کر دیا۔
 ”خیر کچھ پرواہ نہیں..... میرا مقصد اتنے ہی میں حل ہو گیا۔“ فریدی نے کہا۔ ”لاؤ وہ سرٹیفکیٹ واپس کر دو۔“

”کیسے سرٹیفکیٹ.....“ حمید نے سنجیدگی سے کہا۔ ”وہ تو اسی کے پاس رہ گئے۔“
 ”کیا کہا.....! اُس کے پاس رہ گئے۔ اُس کے پاس کیوں رہ گئے۔“
 ”تو کیا مجھے واپس لے لینا چاہئے تھے۔“ حمید نے بھولے پن سے کہا۔
 ”عجیب گدھے آدمی ہو۔“ فریدی نے جھنجھلا کر کہا۔
 ”یہ قطعی ناممکن ہے۔“ حمید نے کہا۔ ”میں یا تو گدھا ہو سکتا ہوں یا آدمی۔ یک وقت گدھا اور آدمی ہونا میرے بس کی بات نہیں۔ چاہے پھر نوکری رہے یا جائے۔“
 ”سیدھی طرح نکالتے ہو سرٹیفکیٹ یا دوں ایک گھونسا۔“ فریدی نے کہا۔
 ”شوق سے دیجئے میں اُسے نہایت احتیاط سے اپنے بکس میں رکھ دوں گا۔“
 ”کیا بکواس ہے۔“
 ”حضور یہ بکواس نہیں فلسفہ ہے۔“

”جہنم میں جاؤ تم اور تمہارا فلسفہ دونوں۔“ فریدی نے جھنجھلا کر کہا۔ ”لاؤ..... لاؤ سرٹیفکیٹ لاؤ۔“

”لیجئے جناب..... آخر اس قدر ناراض کیوں ہوتے ہیں۔“ حمید نے جیب سے سرٹیفکیٹ نکال کر فریدی کو دے دیا اور منہ پھلائے ہوئے کمرے سے باہر چلا گیا۔
 ”عجیب گدھا ہے..... نہ موقع دیکھتا ہے اور نہ وقت۔“ فریدی بوڑھاتا ہوا عجائبات کے کمرے میں گھس گیا۔

دلچسپ دھمکی

”کیوں بھی تمہارا منہ سیدھا ہوا یا نہیں۔“ فریدی نے حمید سے کہا جو ایک صوفے پر لیٹا

کوئی کتاب دیکھ رہا تھا۔

”تو میرا منہ میڑھا کب تھا۔“ حمید نے کتاب پر سے نظر ہٹائے بغیر کہا۔

”کتاب بند کرو۔“

”لیجئے.....!“ حمید نے کتاب بند کر کے ایک طرف رکھتے ہوئے کہا۔

”اٹھ کر بیٹھ جاؤ۔“

”اگر میں لیٹے ہی لیٹے بیٹھا رہوں تو کیا ہرج ہے۔“

”اگر تم دو منٹ کے اندر سنجیدہ نہ ہوئے تو میں تمہارے دونوں کان اکھاڑ لوں گا۔“ فریدی

نے کہا۔

”ارے حضور! آپ میری ناک بھی اکھاڑ سکتے ہیں۔“ حمید نے کہا۔ ”آپ کا ماتحت جو ٹھہرا۔“

”اچھا بکواس بند.....!“

”لیجئے..... بالکل بند۔“

”جانتے ہو میں نے سرٹیکٹ میں کیا پایا۔“ فریدی نے کہا۔

”جی ہاں جانتا ہوں۔“

”کیا.....“

”سینما کے ٹکٹ.....!“ حمید نے مسکرا کر کہا۔

”پھر وہی حرکت۔“

”کون سی۔“

”تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔“

”تو پھر اسی بات پر مجھے تین چار ماہ کی چھٹی دلواد دیجئے۔“

”اچھا.....!“ فریدی نے غصے میں کہا اور پھر کمرے سے جانے لگا۔

حمید نے اٹھ کر اُسے پکڑ لیا۔

”آخر آج کل آپ اتنے چڑچڑے کیوں ہو گئے ہیں۔“ حمید نے کہا۔

”اس وقت ہٹ جاؤ..... میں اب تھوڑی دیر بعد تم سے گفتگو کرنے کے قابل ہوں گا۔“

”اور اگر آپ تھوڑی دیر بعد بھی اس قابل نہ ہوئے تو؟“ حمید نے معصومیت سے کہا۔

”اوفریدی کے باپ! میں نے اُس سرٹیکلیٹ میں اپنی تصویر ایک بوڑھی عورت کے ساتھ
 بوس کنار کرتے ہوئے پائی ہے۔“ فریدی زور سے چیخا۔
 ”کیا مطلب.....!“ حمید نے اُسے گھورتے ہوئے کہا۔
 فریدی نے تہہ کئے ہوئے سرٹیکلیٹوں کے درمیان میں سے ایک تصویر نکال کر حمید کی
 طرف بڑھادی۔

حمید دیکھ کر بے تحاشہ ہنسنے لگا۔
 ”میں آپ کو اتنا بد ذوق نہیں سمجھتا تھا۔“ حمید نے ہنسی روکتے ہوئے کہا۔ ”یہ تو وہی مثل
 ہوئی.... بع۔ تو بہ ٹوٹی بھی ٹوٹی ہوئے پیانے سے۔“
 ”پھر وہی بکواس۔“ فریدی نے چیخ کر کہا۔ ”میں تمہیں اتنا بد تمیز نہیں سمجھتا تھا۔“ فریدی کو
 جیج غصہ آ گیا تھا۔

”میں نے کیا بد تمیزی کی۔“ حمید نے سہم کر کہا۔
 ”یہ تصویر کہاں سے آئی۔“
 ”خدا کی قسم میں نہیں جانتا۔“ حمید نے سنجیدگی سے کہا۔ ”مجھے جس حالت میں اُس نے
 سرٹیکلیٹ دیئے میں نے جیب میں ڈال لئے تھے اور بالکل ویسے ہی آپ کو واپس کر دیئے تھے۔“
 فریدی کچھ سوچنے لگا۔

”سمجھا.....!“ اُس نے تھوڑی دیر بعد معنی خیز انداز میں سر ہلا کر کہا۔
 ”کیا.....!“

”جانتے ہو یہ عورت کون ہے؟“ فریدی نے کہا۔
 ”نہیں.....!“

”ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ مسٹر زاہرٹ کی بیوی۔“
 ”تو کیا واقعی آپ.....!“

”کیا فضول کہتے ہو۔“ فریدی نے کہا۔
 ”پھر آخر.....!“

”یہ لیونا ڈکی طرف سے میرے لئے ایک خاموش دھمکی ہے۔“

”مگر یہ تصویر ہاتھ کی بنائی ہوئی ہے نہیں۔“ حمید نے کہا۔
 ”جہیں اتنی ہی عقل ہوتی تو پھر رونا کس بات کا تھا۔“
 ”کچھ بتائیے بھی تو.....!“

”ارے میاں الگ فلموں پر دو تصویریں لے کر انہیں ملا دینا کوئی مشکل کام نہیں۔“ فریدی نے کہا۔

”اوہ..... بھی مان گیا۔ واقعی یونارڈ کو جیسا سنا تھا ویسا ہی پایا۔“ حمید نے کہا۔
 ”میں نے جہیں یہ سرٹیکٹ محض اس لئے دیئے تھے کہ ان کے ذریعہ میں پرنس عدنان کی انگلیوں کے نشانات حاصل کر سکوں گا۔ مگر بے سود، جو شخص اتنا عیار ہو ایسی فاش غلطی نہیں کر سکتا۔“

”اوہ..... ٹھیک یاد آیا۔“ حمید نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ ”اُس نے سرٹیکٹ لیتے وقت دستاں پہن لئے تھے۔“

فریدی پھر کچھ سوچنے لگا۔
 ”اُس نے مجھے دھمکی دی ہے کہ اگر میں نے اس کا پیچھا کیا تو وہ اس قسم کی دوسری تصویر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ تک پہنچا دے گا۔“
 ”یہ تو بہت بُرا ہوا۔“ حمید نے کہا۔ ”کیا ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی بیوی سے آپ کی جان پیچان ہے۔“

”بالکل نہیں.....!“

”واقعی بہت بُرے پھنسے۔“ حمید نے کہا۔
 ”اوہ..... دیکھا جائے گا۔“ فریدی نے بھنویں سکڑ کر کہا۔ ”اب سب سے پہلے پرنس عدنان کو ٹھکانے لگانا چاہئے۔“
 ”وہ کس طرح۔“

”ابھی میں اس کے متعلق کوئی واضح اسکیم نہیں بنا سکا۔ لیکن یہ طے کر لیا ہے کہ اُسے کسی طرح جکڑ لوں۔“

”مگر یہ چیز خطرناک ہو گی۔“

”کیوں.....!“

”اس لئے کہ اگر آپ کے کہنے کے مطابق وہ خود لیونارڈ نہیں تو آپ خطرے میں پڑ جائیں گے۔ لیونارڈ اس تصویر کو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے حوالے کر دے گا۔“

فریدی پھر کچھ سوچنے لگا۔

اجنبی حسینہ

رات اجنبائی سرد تھی، آسمان میں سیاہ بادل منڈلا رہے تھے۔ ہوا تیز تھی۔ کبھی کبھی دل ہلا دینے والی گرج اور چمک سے بڑی بڑی عمارتوں میں ایک عجیب قسم کی جھنکار سی پیدا ہو جاتی تھی۔ ایک بج گیا تھا، لیکن فریدی ابھی تک اپنی خواب گاہ میں ٹہل ٹہل کر سگار پر سگار پھونک رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد بارش ہونے لگی۔ فریدی نے کھڑکیاں بند کر دیں۔

ابھی وہ لینے کے ارادے سے پلنگ پر بیٹھا ہی تھا کہ کتوں کے بھونکنے کی آواز سنائی دی اور ایسا معلوم ہوا جیسے کوئی برآمدے میں گر پڑا ہو۔ وہ تیزی سے برآمدے کی طرف لپکا۔ پور ٹیکو میں اس کے کتے کھڑے بھونک رہے تھے۔ فریدی نے انہیں ڈانٹتے ہوئے برآمدے کی بجلی روشن کر دی۔

”ارے.....!“ وہ چونک کر ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔

برآمدے میں ایک عورت اونڈھی پڑی ہوئی تھی۔ اس کی نفیس اور قیمتی ساڑھی پنڈلیوں تک سرک آئی تھی۔ وہ ایک گرم اور خوشنما لبادے میں ملبوس تھی۔ کپڑے قریب قریب بالکل بھیگ چکے تھے۔

فریدی اس کے قریب جا کر بیٹھ گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ ہمت کر کے اس نے اُسے سیدھا کیا۔ یہ ایک نوجوان عورت تھی۔ اس کی کھنی اور لائنی پلکیں غمازی کر رہی تھیں۔ اُن کے آغوش میں دو جھیل کی طرح اتھاہ گہرائیاں رکھنے والی خوبصورت آنکھیں

سورہی تھیں۔ سرخ و سپید چہرہ کسلندی اور اضمحلال کی وجہ سے کچھ اور زیادہ حسین نظر آنے لگا تھا۔ وہ گہرے گہرے سانس لے رہی تھی۔ اُس کے حسین اور صحت مند جسم میں ہاتھ لگاتے وقت فریدی جیسا خشک آدمی بھی ایک بار سر سے پیر تک کانپ اٹھا تھا۔
آخر وہ ہمت کر کے اس بیہوش لڑکی کو ہاتھوں پر اٹھا کر اپنی خواب گاہ میں لے آیا اور پلنگ پر لٹا دیا۔

اب وہ ایک دوسری الجھن میں پڑ گیا تھا۔ اُس کے بھیگے ہوئے کپڑے کس طرح تبدیل کرائے۔ یہ مسئلہ انتہائی دشوار تھا۔ آخر اُس نے اُسے جوں کا توں رہنے دیا۔ صرف اتنا کیا کہ اسے کمبلوں سے چاروں طرف سے ڈھک دیا اور سنٹرل ہیٹنگ سے کمرہ گرم کرنے کا انتظام کرنے لگا۔ اُس نے سوچا کہ حمید کو بھی جگا دے۔ لیکن اس کی شوخ طبیعت اور غیر سنجیدگی کا خیال آتے ہی اس ارادے سے باز رہا۔ اُس نے اس کے جوتے اتار دیئے تھے اور اب اُس کے سبک اور نازک پیروں کو دیکھ رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد اس کی گھنیری پلکوں کے نیچے آنکھوں میں خفیف سی جنبش ہوئی۔ فریدی اس پر جھک گیا۔ وہ آہستہ آہستہ ہوش میں آ رہی تھی۔ آنکھیں ذرا سی کھلیں اور پھر بند ہو گئیں۔ پھر اُس نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھنا شروع کر دیا۔ اچانک وہ ایک جھٹکے کے ساتھ اٹھ بیٹھی۔

”آپ اطمینان رکھئے۔ آپ قطعی محفوظ ہیں۔“ فریدی نے کہا۔

”لیکن میں کہاں ہوں۔“ لڑکی بولی۔

”گھبراہٹ نہیں..... آپ مُرے لوگوں میں نہیں۔“ فریدی نے کہا۔

لڑکی سر جھکائے سوچنے لگی۔

”آپ ابھی لیٹی ہی رہتے تو بہتر ہے۔“ فریدی بولا۔

لڑکی اُسے خوفزدہ نگاہوں سے دیکھنے لگی۔

”آپ خواہ مخواہ پریشان ہو رہی ہیں۔ اطمینان رکھئے آپ قطعی محفوظ ہیں۔“

فریدی نے اُسے پھر دلاسا دیا۔ لڑکی پھر لیٹ گئی۔

”آپ کے کپڑے بھیگے ہوئے ہیں۔“ فریدی نے کہا۔ ”مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کے

لئے زنانہ کپڑوں کا انتظام نہ کر سکوں گا۔ اگر آپ کچھ خیال نہ کریں تو اس وقت تک کے لئے مردانے ہی کپڑے پہن لیں جب تک کہ آپ کا لباس خشک نہ ہو جائے۔“

لڑکی نے کوئی جواب نہ دیا۔

”بھیکے کپڑے آپ کو نقصان پہنچا سکتے ہیں..... میرے خیال سے تو آپ کو اس میں کوئی اعتراض نہ ہونا چاہئے۔“

لڑکی بدستور خاموش رہی۔

جب وہ واپس آیا تو اس کے ہاتھوں میں اُس کا شب خوابی کا لباس تھا۔

”لیجئے کپڑے بدل ڈالئے۔“ فریدی نے کہا۔ ”میں جب تک چائے کا انتظام کرتا ہوں۔“

”نہیں..... آپ کو بہت تکلیف ہو رہی ہے۔“ لڑکی جلدی سے بولی۔

”نہیں تکلیف کی کوئی بات نہیں، اس وقت چائے آپ کے لئے ضروری ہے۔“ فریدی نے کہا اور کمرے سے چلا گیا۔

لڑکی نے اٹھ کر اپنے بھیکے ہوئے کپڑے اتارے اور فریدی کے کپڑے پہن لئے۔ اُس ڈھیلے ڈھالے لباس میں وہ انتہائی مضحکہ خیز معلوم ہونے لگی تھی۔ کپڑے تبدیل کر چکنے کے بعد اُس نے سنٹرل ہیٹنگ کا پلگ نکال دیا۔ پھر پلگ پر اچھی طرح کبل اوڑھ کر بیٹھ گئی۔

تھوڑی دیر بعد فریدی کشتی میں چائے لے کر آگیا۔ اُس نے اس وقت ملازموں کو جگانا مناسب نہ سمجھا تھا۔ اس لئے اُس نے چائے خود ہی بنالی تھی۔

”مجھے سخت شرمندگی ہے۔“ لڑکی بولی۔

”شرمندگی کس بات کی ہے۔“ فریدی نے کہا۔

”خواہ مخواہ آپ کو تکلیف ہو رہی ہے۔“ لڑکی بولی۔

”بھئی اس میں تکلیف کی کیا بات ہے۔“ فریدی نے اس کی طرف چائے کی پیالی بڑھاتے ہوئے کہا۔

”شکریہ.....!“ لڑکی نے کہا۔ چائے لیتے وقت اس کا ہاتھ کانپ رہا تھا۔

فریدی ایک آرام کرسی پر لیٹ کر سگار سلگانے لگا۔

”سگار کے دھوئیں سے آپ کو تکلیف تو نہ ہوگی۔“ فریدی نے کہا۔

”جی نہیں..... بالکل نہیں۔“ لڑکی مسکرا کر بولی۔

”میرے خیال سے آپ ایک کپ اور پیجیے۔“

”جی نہیں بس..... شکریہ۔“

”آپ تکلف کر رہی ہیں۔“ فریدی نے ہنس کر کہا اور اس کے کپ میں چائے اٹھیلنے لگا۔

”تو آپ بھی پیجیے.....!“ لڑکی نے کہا۔

”میرے لئے بالکل ناوقت ہو جائے گی۔“ فریدی نے کہا۔

لڑکی چائے پی چکی تھی۔ اس کے چہرے سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کچھ کہنا چاہتی ہو۔

فریدی آنکھیں بند کئے خاموشی سے سگار پی رہا تھا۔

”مگر..... مگر.....“ لڑکی نے کہا۔ ”مجھے حیرت ہے کہ آپ نے ابھی تک میرے

بارے میں کچھ نہیں پوچھا۔“

فریدی آنکھیں کھول کر مسکرایا۔

”اگر آپ ضروری سمجھیں گی تو خود بخود بتا دیں گی۔“ فریدی نے کہا۔

لڑکی اسے حیرت سے دیکھنے لگی۔

”کیا یہ فریدی صاحب کا مکان نہیں ہے۔“ لڑکی نے پوچھا۔

”سو فیصدی انہیں کا ہے۔“ فریدی نے کہا اور سگار کے ہلکے ہلکے کش لینے لگا۔

”کیا فریدی صاحب اس وقت موجود ہیں۔“ لڑکی نے کہا۔

”جی ہاں۔“

”غالباً سو رہے ہوں گے.....“ لڑکی نے کہا۔ ”اگر انہیں اس وقت جگایا جائے تو وہ بُرا تو نہ

مانیں گے۔“

”قطعی نہیں.....!“ فریدی نے مسکرا کر کہا۔ ”انہوں نے بالکل بُرا نہیں مانا۔“

”تو کیا آپ نے انہیں میرے متعلق بتا دیا ہے۔“ لڑکی بولی۔

”بتانا کیسا..... وہ دیر سے آپ کو دیکھ رہے ہیں۔“ فریدی نے کہا۔

”اوہ..... تو کیا وہ قریب ہی کے کمرے میں ہیں۔“ لڑکی بے تاب سے بولی۔ ”خدا را مجھے

اُن کے پاس لے چلے۔“

”آخر کیوں.....؟“

”یہ میں انہیں سے بتاؤں گی۔“ لڑکی نے کہا۔ ”معاف کیجئے گا..... بات ہی کچھ ایسی ہے۔“
 ”تو بیان کرنا شروع کر دیجئے۔“

”میں نے عرض کیا تاکہ میں یہ بات صرف انہیں کو بتا سکتی ہوں۔“ لڑکی نے قدرے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

”نما ماننے کی بات نہیں۔“ فریدی نے کہا۔ ”میں آپ سے کب کہتا ہوں کہ آپ کسی دوسرے کو بتائیں۔“

”تو کیا..... تو کیا..... آپ ہی فریدی صاحب ہیں۔“

”جی.....!“

”اوہ..... تب معاف کیجئے گا۔ مجھے غلط فہمی ہوئی تھی۔ میں آپ کو بوڑھا سمجھتی تھی۔“
 ”آپ اب بھی مجھے بوڑھا ہی سمجھتے۔“ فریدی نے کہا۔ ”فرمائیے میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔“

لڑکی کچھ سوچنے لگی۔ اس کا چہرہ بار بار شرم سے سرخ ہو جاتا تھا۔ فریدی اس کے چہرے کی تبدیلیوں کو بغور دیکھ رہا تھا۔

”میں دراصل اس لئے حاضر ہوئی.....!“ لڑکی اس سے زیادہ نہ کہہ سکی۔ شرم سے اس کے چہرے پر پسینہ آ گیا تھا۔

”کہئے کہئے..... میرا سینہ رازوں کا مقبرہ ہے۔ آپ اطمینان رکھئے۔“ فریدی نے کہا۔

”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیسے کہوں۔“ لڑکی نے کہا۔

”یہ تو ذرا مشکل چیز ہے..... بھلا میں کیسے بتا سکتا ہوں کہ آپ کیسے کہیں۔“

لڑکی پھر سوچنے لگی۔

”آپ میرے اوپر پورا پورا اعتماد کر سکتی ہیں۔“ فریدی نے کہا۔

لڑکی اس کی طرف بغور دیکھنے لگی۔

”آپ..... روزنامہ اشار پڑھتے ہیں۔“ لڑکی اچانک بولی۔

فریدی چونک پڑا، لیکن اُس نے فوراً ہی اپنی حالت پر قابو پاتے ہوئے کچھ ایسا انداز اختیار

کر لیا جیسے اس نے کوئی خاص بات نہ پوچھی ہو۔ اس کے دل میں شبہ جاگ اٹھا کہیں یہ لڑکی یونارڈ کے گروہ سے تو تعلق نہیں رکھتی۔ کہیں وہ اُسے بدنام کرنے کے لئے کوئی دوسری چال تو نہیں چل رہا ہے۔

”پڑھتا ہوں۔“ فریدی نے کہا۔ ”ہمارے صوبے میں اس کے علاوہ دوسرا اخبار ہے ہی کون سا جو پڑھے جانے کے قابل ہو۔“

”آپ نے اس میں وہ اشتہار نما دھمکیاں بھی پڑھی ہوں گی، جو آئے دن چند نامعلوم ہستیوں کے بارے میں شائع ہوا کرتی ہیں۔“

”اشتہار نما دھمکیاں۔“ فریدی نے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ ”میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔“

”ارے وہی بلیک میلنگ کے اشتہارات کے نمونے۔“ لڑکی بولی۔

”اچھا.....!“ فریدی نے لاپرواہی سے کہا۔ ”ہاں پڑھے تو ہیں۔“

”ان کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔“

”خیال..... ہاں دلچسپی کے لئے اچھا خاصا سلسلہ ہے۔“

”دلچسپی۔“ لڑکی جوش سے بولی۔ ”مگر میں ثابت کر سکتی ہوں کہ ان کے ذریعہ سو فیصد بلیک

میلنگ ہو رہی ہے۔“

”اچھا.....“ فریدی نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

”جی ہاں۔“

”لیکن کیسے.....؟“

”اسی اخبار کا یہ تراشہ ملاحظہ فرمائیے۔“ لڑکی نے اس کی طرف کاغذ کا ایک ٹکڑا بڑھاتے

ہوئے کہا۔

فریدی اُسے پڑھ کر اس کی طرف استفہامیہ انداز میں دیکھنے لگا۔

”وہ بد نصیب نواب زادی میں ہی ہوں۔“ لڑکی گلوگیر آواز میں بولی۔

”اچھا.....!“ فریدی نے حیرت سے کہا۔ ”لیکن یہ آپ واثوق کے ساتھ کیسے کہہ سکتی ہیں۔“

”اس لئے کہ بالکل اسی قسم کا خط مجھے سوئٹزر لینڈ میں بھی موصول ہوا تھا اور اسی کے ساتھ

ہی ساتھ ایک تصویر بھی تھی۔“

”تو کیا یہ پرائیویٹ سیکریٹری والا معاملہ سچ ہے۔“ فریدی نے کہا۔ ”مگر..... نہیں“ میں

کیوں یہ پوچھ رہا ہوں۔ معاف کیجئے گا۔“

”آپ قطعی پوچھ سکتے ہیں، بلکہ میں آپ کو وہ تصویر بھی دکھا سکتی ہوں۔“

لڑکی جوش میں بولی۔ ”جب کر نہیں تو ذرا نہیں۔ میرا ضمیر اس پر مجھے ملامت نہیں کرتا۔“

لڑکی نے ایک تصویر فریدی کی طرف بڑھا دی۔

اس تصویر میں ایک نوجوان آدمی اُسے آغوش میں اٹھائے کھڑا تھا۔

”کیا کہا آپ نے کہ آپ کا ضمیر آپ کو ملامت نہیں کر رہا ہے۔“ فریدی نے تعجب اور طنز

آمیز لہجے میں کہا۔

”جی ہاں.....!“ لڑکی تیز لہجے میں بولی۔ ”سوئٹزر لینڈ کی ایک تفریح گاہ میں میں سر میں

چوٹ لگنے کی وجہ سے بے ہوش ہو گئی تھی۔ میرا پرائیویٹ سیکریٹری بھی میرے ہمراہ تھا.....

وہ مجھے اٹھا کر ہسپتال لے جانے کے لئے گاڑی کی طرف لے جا رہا تھا کہ اسی دوران میں کسی نے

ہمارا فوٹو لے لیا..... اور بس۔“

”اوہ سمجھا.....!“ فریدی نے معنی خیز انداز میں سر ہلا کر کہا۔ ”پھر آپ مجھ سے کیا چاہتی ہیں۔“

”میں بیس لاکھ کہاں سے لاؤں گی۔ خود مختار تو ہوں نہیں۔“ لڑکی نے کہا۔

”تو پھر میں اس سلسلے میں آپ کی کیا مدد کر سکتا ہوں۔“ فریدی نے کہا۔

”کسی طرح سے مجھے اس مصیبت سے نجات دلوائیے۔“ لڑکی نے بے بسی سے کہا۔ ”اگر

واقعی یہ تصویر شائع ہو گئی تو میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہ جاؤں گی۔ ایسی صورت میں

میرے ضمیر کی صفائی بھی میری مدد نہ کر سکے گی۔ دنیا کی زبان کو کون روک سکتا ہے۔ تو پھر ابا جان

تو مجھے زندہ ہی دفن کر دیں گے۔“

”اچھا..... آپ نے اس اخبار کے دفتر والوں سے اس سلسلے میں کوئی خط و کتابت بھی

کی۔“ فریدی نے کہا۔

”ابھی نہیں۔“ لڑکی نے کہا۔ ”سب سے پہلے میں نے یہی مناسب سمجھا کہ آپ سے

ملوں۔ ایک دن راجروپ نگر کے نواب وجاہت مرزا ابا جان سے آپ کی بہت تعریف کر رہے

تھے۔ میں نے باتوں ہی باتوں میں اُن سے آپ کا پتہ پوچھا اور یہاں چلی آئی۔“

”کیوں.....؟ آپ کے پیچھے آدمی لگ گئے ہوتے.....“ فریدی آگے جھک کر اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہو بولا۔

”اچھا.....!“

”جی ہاں۔“ فریدی نے کہا۔ ”آپ یہاں کہاں رہتی ہیں۔“

”میں اس شہر میں نہیں رہتی۔“ لڑکی بولی۔

”یہ آپ نے بہت اچھا کیا۔ اگر آپ نے اس سے پہلے کچھ خط و کتابت کی ہوتی تو اتنی آزادی سے یہاں تک نہیں پہنچ سکتی تھیں۔“

”نہ میں فی الحال آپ کو اپنا نام بتاؤں گی اور نہ گھر کا پتہ۔“

”میں اس کے لئے آپ کو مجبور نہ کروں گا۔“ فریدی نے کہا۔ ”لیکن میں کس طرح یقین کر لوں کہ آپ وہی نواب زادی ہیں ممکن ہے کہ آپ اُسی گروہ سے تعلق رکھتی ہوں، جس کے خلاف آپ شکایت لے کر آئی ہیں۔“

”آپ کا اعتراض حق بجانب ہے۔“ لڑکی نے کہا۔ ”واقعی ایسی صورت میں اس کا ثبوت مہیا نہیں کر سکتی۔“

فریدی کچھ سوچنے لگا۔ لڑکی کی صاف گوئی اور سادگی کا اندازہ اُسے اس بات پر مجبور کر رہا تھا کہ اس کے بیان کو صحیح تسلیم کر لے۔ اُس کی حسین آنکھوں میں اُسے مکاری کی ذرہ برابر جھلک بھی نہ دکھائی دی۔

”دیکھئے..... مجھے مایوس نہ کیجئے گا۔“ لڑکی بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

”آخر آپ کو اپنے متعلق وضاحت کے ساتھ بتانے میں کیا نقصان نظر آتا ہے۔“ فریدی نے کہا۔

”میں اپنے خاندان کی بدنامی نہیں چاہتی.....“ لڑکی بولی۔ ”اس سے بہتر تو یہی ہو گا کہ

میں خود کشتی کر لوں۔“

”آپ اطمینان رکھئے کہ یہ چیز مجھ تک ہی محدود رہے گی۔“ فریدی نے کہا۔

لڑکی سوچ میں پڑ گئی۔

”آپ نے نواب رشید الزماں کا نام سنا ہے۔“ لڑکی آہستہ سے بولی۔

”اوہ..... تو کہئے آپ غزالہ خانم ہیں۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔

”آپ کو کیسے معلوم ہوا۔“ لڑکی دفعتاً چونک کر بولی۔

”میں نے آپ کے بارے میں نواب وجاہت مرزا کے لڑکے ڈاکٹر شوکت سے سنا تھا۔“

”تو کیا آپ اُن لوگوں کو جانتے ہیں۔“

”اچھی طرح۔“

”خیر چھوڑیے..... ان باتوں کو۔“ لڑکی بولی۔ ”اب بتائیے آپ میرے لئے کچھ کریں

گے یا نہیں۔“

”آخر آپ کیا چاہتی ہیں۔“

”میں یہ چاہتی ہوں کہ کسی طرح وہ تصویرنگٹھوسیت مجھے مل جائے۔“

”میں کوشش کروں گا۔ لیکن آپ کو اس وقت تک یہاں ٹھہرنا پڑے گا جب تک کہ آپ کو

تصویر واپس نہ مل جائے۔“

”میں تیار ہوں۔“

”دوسری بات یہ کہ کل ہی آپ اس نامعلوم آدمی کو اسی اخبار کی معرفت ایک خط لکھئے اور

اس میں اس سے پوچھئے کہ اُسے اس مطلوبہ رقم کو کس طرح دیا جائے۔ آپ اتنا کر لیجئے بقیہ میں

دیکھ لوں گا۔ خط کا جواب آئے تو اُسے میرے پاس بھجوا دیجئے گا۔ میرا آدمی آر لکچو میں آپ

سے ملتا رہے گا۔ اب آپ یہاں نہ آئیے گا ورنہ کسی پر یہ ظاہر ہونے دیجئے گا کہ آپ مجھ سے مل

چکی ہیں۔“

”میں اس سلسلے میں حتی الامکان احتیاط برتوں گی۔“ لڑکی مشکرانہ انداز میں بولی۔ ”میں

آپ کا یہ احسان زندگی بھر نہ بھولوں گی۔“

”خیر یہ سب بعد کی باتیں ہیں۔“ فریدی نے کہا۔ ”چلئے میں آپ کو آر لکچو تک چھوڑ آؤں۔“

”اس تکلیف کا بہت بہت شکریہ۔“ لڑکی اٹھتی ہوئی بولی۔

”ابھی آپ کے کپڑے خشک نہیں ہوئے۔“ فریدی نے کہا۔ ”میرے خیال سے آپ

انہیں کپڑوں پر میرا اور کوٹ پہن لیجئے۔ حالانکہ آپ مضحکہ خیز ضرور لگیں گی، مگر کیا کیا جائے۔“

”مجھے اس کی پرواہ نہیں۔“ لڑکی بولی۔ ”خود نمائی سے زیادہ مجھے اپنے آرام و تکلیف کا خیال رہتا ہے۔“

”یہی ہونا چاہئے۔“ فریدی نے کہا۔ ”اچھا آپ اس کوٹ کو پہننے میں جا کر گیرج سے گاڑی نکالتا ہوں۔“

راہ میں لڑکی نے محسوس کیا کہ فریدی کے بجائے کوئی اور ڈرائیو کر رہا ہے۔ وہ ہنسی ہی تھی کہ آواز آئی۔

”گھبرائیے نہیں..... میں نے اپنی اصلی شکل و صورت میں آپ کے ساتھ جانا مناسب نہ سمجھا۔“

لڑکی خاموشی سے سیٹ کی پشت پر ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔
آسمان پر ابھی تک کالے کالے بادل منڈلا رہے تھے۔ بارش کچھ کم ہو گئی تھی۔

دھوکا

رات دیر تک جاگتے رہنے کی وجہ سے فریدی دن چڑھے تک سوتا رہا۔ اگر حمید آکر چگانہ دیتا تو شاید وہ ابھی تک سوتا رہتا۔ فریدی نے لیٹے ہی لیٹے ایک طویل انگڑائی لی اور حمید سے سگار کا ڈبہ اٹھانے کے لئے کہا۔

”میں اس طرف نہیں جاسکتا۔“ حمید نے بے ساختہ کہا۔

”ادھر کسی نامحرم عورت کے کپڑے رکھے ہیں..... مجھے شرم آتی ہے۔“ حمید نے زنانے انداز میں ناک پر انگلی رکھتے ہوئے کہا۔
فریدی مسکرانے لگا۔

”اٹھاتے ہو یا اٹھ کر مرمت کر دوں تمہاری۔“

”معاف کیجئے گا..... افسری اور باقتی دنیا ہی تک ہے۔“ حمید نے سنجیدگی سے کہا۔ ”جہنم

کی آگ آپ کے غصے سے زیادہ بھیانک ہو گی۔“

”اچھا مولانا نے محترم دفان ہو جاؤ یہاں سے ورنہ.....!“ فریدی نے اٹھتے ہوئے کہا۔
 ”تو اس میں ناراض ہونے کی کیا بات ہے..... لیجئے ناسکار۔“ حمید نے سگار کا ڈبہ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

”دیکھو اگر وہ ساری خشک ہو گئی ہو تو اُسے تہہ کر کے رکھ دو۔“ فریدی بولا۔
 ”جی.....!“ حمید زور سے چیخا۔ ”قسم ہے اُس خدا کی جس نے مجھے مرد اور آپ کو عورت بنایا..... ارے لا حول ولا..... دونوں کو مرد بنایا..... میں اسے برداشت نہیں کر سکتا۔“
 ”کیا سکتے ہو۔“

”اب میں یہاں نہیں رہ سکتا۔“ حمید نے کہا۔

”کیوں.....!“ فریدی مسکرا کر بولا۔

”اس لئے کہ اب یہاں عیاشی ہونے لگی ہے۔“ حمید نے سنجیدگی سے کہا۔ ”اگر والد صاحب کو خبر ہو گئی تو وہ مجھے قتل ہی کر دیں گے۔“
 ”کیا فضول بک بک لگا رکھی ہے۔“

”سب فضول تو ہے ہی..... رات والی تصویر لیونارڈ کی دھمکی تھی۔“ حمید نے منہ بنا کر کہا۔ ”اور یہ ساڑھی..... یہ بلاؤز..... یہ لیڈیز کوٹ..... یہ سب ہی غالباً دھمکی ہے..... توبہ توبہ..... ارے اللہ میاں آخر قیامت کب آئے گی۔“
 فریدی ہنسنے لگا۔

”ارے بھی تو کیا میں آدمی نہیں ہوں۔“ فریدی نے کہا۔

”آپ آدمی کب سے ہو گئے۔“ حمید بولا۔ ”آپ تو کہا کرتے تھے کہ میں جاسوس ہوں۔“

”گدھے جاسوس نہیں ہوا کرتے۔“

”یہ بات آج ہی سمجھ میں آئی ہے۔“

فریدی خاموش ہو گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ حمید کو رات کا واقعہ بتائے یا نہ بتائے۔ آخر اس نے یہی فیصلہ کیا کہ حمید کو بھی اس سے آگاہ کر دے کیونکہ اُسے اس سے بہت ہی اہم کام لینے تھے۔
 حمید ساری داستان سنا سنانے کے بعد کرسی پر سے بلاؤز اٹھا کر سونگھنے لگا۔

”یہ کیا حرکت ہے۔“ فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔

”سو نگہ رہا ہوں کہ اس کی عمر کیا ہو سکتی ہے۔“ حمید نے کہا۔ ”رات والی تصویر دیکھنے کے بعد سے میں آپ کی طرف سے قدرے بے اطمینان ہو گیا ہوں۔“

”اے گدھے کسی وقت تو سنجیدہ ہو جلیا کر۔“ فریدی نے تیزی سے کہا۔

”اگر میں گدھا ہوں تو میری سنجیدگی میں آپ کو شبہ نہ کرنا چاہئے۔“

”اچھا اب بکواس بند کرتے ہو یا تمہارا گلابا دوں۔“ فریدی نے اٹھتے ہوئے کہا۔

”بس خدا کی قسم ایک جھلک مجھے بھی دکھا دیجئے۔“ حمید نے ہنس کر کہا۔

”کیوں آپ کیا کریں گے دیکھ کر۔“

”توبہ کروں گا..... کان پکڑوں گا۔ اس کے نہیں بلکہ اپنے۔“ حمید نے کہا۔

”توبہ اس لئے کروں گا کہ ابھی تک میں آپ کو بالکل غلط سمجھتا رہا ہوں۔“

”عزیز تمہارا دماغ خراب ہونے والا ہے۔“

”کھری بات کہنے والے ہمیشہ پاگل سمجھے جاتے ہیں۔“

”اچھا بے خوردار..... میرا پیچھا چھوڑو..... تم تو ناشتہ کر چکے ہو گے۔ یہاں بھوک کے مارے بُرا حال ہو رہا ہے۔“

”لیکن میں نے سنا ہے کہ عاشقوں کو بھوک لگتی ہی نہیں۔“ حمید نے کہا۔

”اچھا اب بکواس بند کرو..... ورنہ.....!“

”آج ہی شادی کر لوں گا.....“ حمید نے فریدی کا جملہ پورا کر دیا۔

فریدی بڑبڑاتا ہوا کمرے سے چلا گیا۔

حمید ساڑھی، بلاؤز اور کوٹ کو بڑی دیر تک الٹ پلٹ کر دیکھتا رہا۔ دفعتاً اُس کی آنکھوں میں ایک شرارت آمیز چمک پیدا ہو گئی۔ وہ ہنستا ہوا برآمدے میں نکل آیا۔ فریدی برآمدے میں بیٹھا شیو کر رہا تھا۔

”کسی نے ٹھیک ہے کہا ہے۔“ حمید نے بلند آواز میں کہا۔

”کیا ہے بھئی..... کیوں خواہ مخواہ گلاباڑ ہے ہو۔“ فریدی نے تیز لہجے میں کہا۔

”کسی نے ٹھیک ہی کہا ہے کہ ڈاکو اور جاسوس ہمیشہ عورتوں ہی کے پھیر میں پڑ کر مارے

جاتے ہیں۔“

”کیا بکواس لگا رکھی ہے۔“

”بکواس نہیں سرکار! آخر آپ بھی عورت ہی کے پھیر میں پڑ کر برباد ہوئے۔“

فریدی نے براسمانہ بنایا اور کوئی جواب دیئے بغیر شیو کرتا رہا۔

”آپ شاید مذاق سمجھ رہے ہیں۔“ حمید نے کہا۔

”شاید تم ہو اسے باتیں کر رہے ہو۔“ فریدی بولا۔

”میں بھی کوئی حاتم طائی کا گھوڑا ہوں..... جو ہو اسے باتیں کروں گا۔“

”نہیں تم والٹر اسکاٹ کے گدھے ہو۔“

”آپ مذاق میں ٹال رہے ہیں، بخدا میں اس وقت سو فیصدی سنجیدہ ہوں، غزالہ آپ

کو بیوقوف بنا گئی۔“

”کیا مطلب.....؟“ فریدی نے چونک کر کہا۔

”ملاحظہ فرمائیے۔“ حمید نے اس کی طرف کاغذ کا ایک ٹکڑا بڑھاتے ہوئے کہا۔ ”آپ کی

غزالہ کی اندرونی جیب سے برآمد ہوا ہے۔“

فریدی کاغذ کو پڑھنے لگا۔

”آج رات کو فریدی کے گھر جا کر معلومات بہم پہنچاؤ.....“

”ل

فریدی کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ لیکن اُس نے جلد ہی اپنی حالت پر قابو پایا۔

”اس ”ل“ سے غالباً یونان و مراد ہے۔“ حمید نے کہا۔

”لیکن ایک بات تو سوچو کہ اگر واقعی وہ مجھے دھوکا دینے ہی آئی تھی تو پھر اُس نے اتنی

بد احتیاطی سے کیوں کام لیا۔“ فریدی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ ”اگر اس کی نیت میں فتور ہو تا تو وہ

اس کاغذ کو جیب میں ہرگز نہ چھوڑ جاتی۔“

”کیا وہ لڑکی بہت خوبصورت تھی۔“ حمید نے پوچھا۔

”ہاں..... ایسی لڑکیاں کم دیکھنے میں آتی ہیں۔“ فریدی نے جواب دیا۔

”تھی آپ اسے بے گناہ سمجھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔“ حمید نے مسکرا کر کہا۔

”اچھا ذرا جلدی سے کار نکالو۔“ فریدی نے تولیے سے چہرہ صاف کرتے ہوئے کہا۔ ”لڑکی خطرے میں معلوم ہوتی ہے۔“

”کیا مطلب.....!“

”آخربات کیا ہے۔“

”یہ پرزہ اس کے جانے کے بعد رات میں کسی وقت کوٹ کی جیب میں رکھا گیا۔“ فریدی نے کہا۔

”ناممکن۔“ حمید نے کہا۔ ”رات میں یہاں کون آنے کی ہمت کر سکتا ہے۔ ہمارے کتے کسی کوندہ بچ کر نہیں جانے دے سکتے۔“

”بہی تو غلطی کی تھی کہ غزالہ کے آنے کے بعد میں نے سارے کتوں کو بند کر دیا تھا..... اور پھر اس کے بعد انہیں کھولنا بھول گیا تھا۔“

”اوہ..... تب تو پھر آپ ہی کا کہنا درست ہو گا۔“ حمید نے برآمدے سے اتر کر گیراج کی طرف جاتے ہوئے کہا۔

چند لمحوں کے بعد فریدی کی کار تیزی سے آر لکچو ہو ٹل کی طرف اڑی جا رہی تھی۔ وہاں پہنچ کر فریدی کو ایک بیرے کی زبانی معلوم ہوا کہ غزالہ اپنے کمرے میں موجود ہے اور ابھی ابھی سو کر اٹھی ہے، فریدی سیدھا اس کے کمرے میں چلا گیا۔ وہ اُسے دیکھ کر اٹھ بیٹھی۔ اس کی آنکھیں دیر تک سوتے رہنے کی وجہ سے ابھی تک خمار آلود تھیں اور جن میں پڑے ہوئے لال ذوروں نے اُس کے حسن میں اضافہ کر دیا تھا۔ زلفیں بے ترتیبی سے پیشانی پر بکھری ہوئی تھیں۔ چہرے کے سرخ و سپید رنگ میں کچھ کچھ سلوانا پن آ گیا تھا۔

”آپ.....؟“ وہ متحیر ہو کر بولی۔ ”آپ نے تو کہا تھا کہ اب ہم لوگ ایک دوسرے سے نہ ملیں گے۔“

”خیال تو یہی تھا..... لیکن اب میں نے اپنی سکیم بدل دی ہے۔“ فریدی نے اُسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا اور کرسی پر بیٹھ گیا۔

غزالہ نے اُسے اپنی طرف اس طرح گھورتے دیکھ کر شرما کر سر جھکا لیا اور اپنی ساڑھی کا آئچل ٹھیک کرنے لگی۔

فریدی ہش و پنج میں پڑ گیا کہ اُسے کیا کہے۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اگر واقعی وہ اُسے دھوکا ہی دینے کی غرض سے گئی تھی تو اُسے غائب ہو جانا چاہئے تھا اور اگر لیونارڈ نے اس کی طرف سے اُسے مشکوک کرنے کی کوشش کی تھی تو اس کو شک اور زیادہ مضبوط کرنے کے لئے خود اُسے ہی غزالہ کو غائب کر دینا چاہئے تھا۔ مگر نہیں..... شاید وہ غزالہ کو اسی طرح سزا دینا چاہتا تھا کہ پولیس والے اس پر شبہ کر کے اُسے گرفتار کر لیں۔ بہر حال یہ تو اس پر اچھی طرح واضح ہو گیا تھا کہ لیونارڈ اس کے منصوبوں سے اچھی طرح آگاہ ہو گیا ہے۔

”تو پھر فرمائیے کیسے تکلیف کی۔“ غزالہ نے کہا۔

”آپ سے اس بات کا مکمل ثبوت لینے کے لئے حاضر ہوا ہوں کہ آپ نواب رشید الزماں

کی صاحبزادی ہیں۔“

غزالہ چونک پڑی۔ وہ اُسے حیرت سے دیکھ رہی تھی۔

”لیکن رات تو آپ مطمئن ہو گئے تھے۔“

”میں نے دھوکا کھایا تھا۔“ فریدی نے کہا۔

”سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کو کس طرح یقین دلاؤں۔“ غزالہ نے بے بسی سے کہا۔

”آخریک بیک آپ کے دل میں یہ خیال کیسے پیدا ہوا کہ میں آپ کو دھوکا دینے کی کوشش

کر رہی ہوں۔“

”بات ہی ایسی ہو گئی ہے۔ اگر آپ یہ نہ ثابت کر سکیں تو مجبوراً مجھے آپ کو حراست میں لینا

پڑے گا۔“

حراست کا نام سن کر غزالہ کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔ آنکھیں غصہ سے سرخ ہو گئیں۔ ہونٹ

کپکپانے لگے۔

”کیا کہا حراست.....!“ وہ گرج کر بولی۔ ”آپ کی اوقات ہی کیا ہے۔ ایک معمولی

انسپکٹر..... بد تمیز کہیں کے۔“

”فریدی مسکراتے لگا۔

”شہزادی صاحبہ..... میری اوقات تو اسی وقت آپ کو معلوم ہو گی جب آپ حوالات

کی سلاخوں کے پیچھے نظر آئیں گی۔“ فریدی نے طنزیہ انداز میں کہا۔ ”ذرا یہ کاغذ ملاحظہ فرمائیے۔“

”اس کا کیا مطلب؟“ غزالہ کاغذ کے ٹکڑے پر لکھی ہوئی عبارت پڑھ کر بولی۔

”یہ ٹکڑا شہزادی صاحبہ کے کوٹ کی جیب سے برآمد ہوا ہے۔“ فریدی نے کہا۔ اچانک

غزالہ کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔

”لیکن لیکن.....!“ وہ ہٹلانے لگی..... ”خ..... خدا کی قسم..... مم..... میں

نہیں جانتی کہ یہ کاغذ کیسا ہے۔“

”آپ نہیں جانتیں؟“ فریدی مسکرا کر بولا۔ ”یہ اور بھی عجیب بات ہے۔“

”میں آپ کو کس طرح یقین دلاؤں۔“ غزالہ بے بسی سے بولی۔

”میری اوقات ہی کیا ہے کہ آپ مجھے یقین دلانے کی کوشش کر رہی ہیں۔“ فریدی نے

طنز یہ لہجے میں کہا۔

غزالہ خاموش ہو گئی۔ اس کے چہرے سے اچانک ایسا ظاہر ہونے لگا تھا جیسے وہ برسوں کی

تیار ہے۔

”اب آپ مجھے صرف ایک ہی طرح اطمینان دلا سکتی ہیں۔“ فریدی نے کہا۔

”وہ کیسے.....!“ غزالہ جلدی سے بولی۔

”ابھی اور اسی وقت میرے ساتھ راجروپ نگر چلے..... اگر وہاں نواب وجاہت مرزایا

اُن کے لڑکے شوکت نے آپ کو پہچان لیا تو کیا کہنا ورنہ پھر میں جو مناسب سمجھوں گا کروں گا۔“

”منظور.....!“ غزالہ مسرت آمیز لہجے میں چیخی۔

”اچھا تو جلدی سے تیار ہو جائیے۔“

”لیکن ایک شرط پر..... وہ یہ کہ آپ اُن پر یہ بات نہ ظاہر ہونے دیجئے گا کہ آپ کا

مقصد کیا ہے۔“

”اس کے متعلق بعد کو دیکھا جائے گا۔“ فریدی نے سگار سلگاتے ہوئے کہا۔

غزالہ نے لباس تبدیل کیا اور دونوں کار میں بیٹھ کر راجروپ نگر کی طرف روانہ ہو گئے۔

”میں نے ابھی ناشتہ نہیں کیا۔“ غزالہ بولی۔

”یہی حال میرا بھی ہے۔ جیسے ہی یہ کاغذ مجھے ملا میں سیدھا آپ ہی کے پاس چلا آیا۔

”اگر آپ وہیں بتا دیجئے تو ہم لوگ ناشتہ کر کے روانہ ہوتے۔“ غزالہ نے کہا۔

”خیر.... کوئی بات نہیں۔ پیٹر روڈ پر ایک اچھا ہوٹل ہے ہم لوگ وہیں ناشتہ کر لیں گے۔“
 ”میں بھی عجیب مصیبت میں پڑ گئی۔“ غزالہ بولی۔ ”گئی تھی آپ سے مدد لینے النابجرم خود
 ہی بن بیٹھی۔“

”گھبرائیے نہیں..... اگر آپ سچی ہیں تو آپ کو پچانے کے لئے میں اپنی جان تک دے
 دینے کا وعدہ کرتا ہوں۔“ فریدی نے کہا۔

”خیر وہ سب بعد کی باتیں ہیں ابھی تو میں پریشانیوں میں مبتلا ہو ہی گئی ہوں۔“
 ”لیکن اس کے علاوہ کوئی اور چارہ بھی نہ تھا۔“
 دونوں خاموش ہو گئے۔

پیٹر روڈ پر پہنچ کر فریدی نے کار کی رفتار کم کر دی۔ ماڈھیا ہوٹل کی شاندار عمارت کے
 سامنے پہنچ کر دونوں کار سے اتر گئے۔

فریدی نے ناشتے کا آرڈر دیا۔ ناشتہ کر چکنے کے بعد فریدی نے رگزار سلگایا اور کرسی کی پشت
 سے ٹیک لگا کر لمبے لمبے کش لینے لگا۔

”اے بیر!.....!“ غزالہ نے قریب سے گزرتے ہوئے ایک بیرے کو آواز دی۔
 ”جی جناب!.....!“

”غسل خانہ کدھر ہے۔“

”اوپر صاحب..... زینے پر داہنے ہاتھ۔“ بیرے نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔
 ”میں ابھی آئی۔“ غزالہ نے فریدی سے کہا اور اٹھ کر چلی گئی۔

فریدی بدستور ادھ کھلی آنکھوں سے چھت کی طرف دیکھتا ہوا رگزار کے کش لے رہا تھا۔
 پانچ منٹ گزرے..... دس منٹ گزرے..... پندرہ، بیس، اور فریدی یک یک اچھل پڑا۔
 غسل خانے..... اور اتنی دیر..... وہ بے تحاشہ زینے کی طرف جھپٹا۔ غسل خانہ خالی تھا۔ اُس
 نے ہوٹل کے سارے غسل خانے دیکھ ڈالے لیکن غزالہ کا کہیں پتہ نہ تھا۔ اُس نے اُسے ڈھونڈ
 نکالنے کا ہر ممکن طریقہ اختیار کیا لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ آخر تھک ہار کر وہ آر لکچو واپس آ گیا۔
 یہاں اس نے غزالہ کے کمرے کی تلاشی لی لیکن کوئی مشکوک چیز ہاتھ نہ لگی۔

گھر پر حمید اس کا انتظار کر رہا تھا۔ فریدی نے واپسی پر اُسے سارا حال بتایا۔

”دیکھئے میرا خیال کبھی غلط ثابت نہیں ہوتا۔“ حمید چپک کر بولا۔

”کیا کہنے ہیں آپ کے.....!“ فریدی نے جل کر کہا۔

”ایک ڈاکو یا جاسوس ہمیشہ عورت ہی کے چکر میں پڑ کر مارا جاتا ہے۔“

”تمہیں باتیں بنانے کے سوا کچھ اور بھی آتا ہے۔“ فریدی نے بُرا سامنہ بنا کر کہا۔

”فرمائیے..... میرے لائق کوئی خدمت۔“ حمید نے کہا۔

”آپ کے لائق سب سے بڑی خدمت یہی ہے کہ آپ ایسے موقعوں پر خاموش رہ کر مجھے

سوچنے دیا کیجئے۔“

”بہت بہتر.....!“ حمید نے سنجیدگی سے کہا۔ ”اگر کسی مقام پر آپ سوچتے سوچتے ٹھہر

جائیں تو مجھے یاد فرمالیجئے گا۔“

”بہت اچھا..... اب آپ تشریف لے جائیے۔“

حمید مسکراتا رہ گیا۔ فریدی اُسے قہر آلود نگاہوں سے گھور رہا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ اُس نے تہیہ کر لیا تھا کہ اب وہ اپنے

منصوبوں سے کسی کو بھی آگاہ نہ کرے گا۔ اُسے سخت حیرت تھی کہ آخر اس کی بنائی ہوئی اسکیموں

سے لیونارڈ کس طرح واقف ہو جاتا ہے۔

نئی اسکیم

حمید فریدی کی عادات و اطوار سے اچھی طرح واقف تھا۔ اُسے گہری سوچ میں ڈوبا ہوا دیکھ

کر اُس نے اور زیادہ چھیڑنا مناسب نہ سمجھا۔ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ فریدی پر اس قسم کی سوچ کے

دورے شاذ و نادر ہی پڑا کرتے تھے اور اس کے بعد وہ ایسے ایسے بھیانک کام کر ڈالتا تھا کہ جن کے

تصور ہی سے اچھے اچھوں کو اختلاج ہونے لگے۔

کھانے کے دوران میں بھی اُن دونوں میں کوئی گفتگو نہ ہوئی۔ کھانا کھا چکنے کے بعد تھوڑی

دیر آرام کر کے دونوں دفتر روانہ ہو گئے۔

ابھی فریدی اچھی طرح بیٹھے بھی نہ پایا تھا کہ جیکسن کے یہاں طلبی ہوئی۔

”کیوں بھی خیریت تو ہے آج تمہارا چہرہ بہت اتر ا ہوا ہے۔“ جیکسن نے کہا۔

”کیا بتاؤں..... آج بڑی گہری چوٹ ہو گئی۔“ فریدی نے مضمل آواز میں کہا۔ اس کے

بعد اُس نے سارے واقعات جیکسن کو بتا دیئے۔

”تم نے بہت سخت غلطی کی۔“ جیکسن نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ ”تمہیں اس لڑکی کو فوراً ہی

حراست میں لے لینا چاہئے تھا۔ افسوس بہت اچھا شکار ہاتھ سے نکل گیا۔ اگر وہ گرفتار ہو جاتی تو شاید لیونارڈ بھی نہ بچ سکتا۔“

”میں آپ سے ایک بار پھر عرض کروں گا کہ لیونارڈ کا گرفتار کر لینا ہنسی کھیل نہیں۔“

”خیر میں دنیا میں کسی بات کو بھی ناممکن نہیں سمجھتا۔“ جیکسن نے کہا۔

”لیکن صاحب مجھے تو اس کی گرفتاری ناممکن ہی نظر آ رہی ہے۔“ فریدی مایوسانہ انداز

میں بولا۔

”مجھے حیرت ہے۔“ جیکسن نے معجزانہ انداز میں کہا۔ ”میں نے کبھی تمہاری منہ سے اتنے

مایوسانہ انداز کے جملے نہیں سنے۔“

”پہلے کبھی اتنے بھیانک آدمی سے مقابلہ بھی نہیں ہوا۔“

”وہ کچھ ہی سہی۔“ جیکسن نے سگریٹ سلگاتے ہوئے کہا۔ ”لیکن کم از کم تمہارے منہ سے

اس قسم کے جملے کچھ اچھے معلوم نہیں ہوتے۔“

”یہ آپ کی محبت ہے کہ آپ مجھے اس قابل سمجھتے ہیں۔“ فریدی نے کہا۔ ”لیکن میں اسی

میں اپنی عاقبت سمجھتا ہوں کہ خاموشی سے بیٹھ رہوں۔“

”کیا مطلب.....!“ جیکسن نے چونک کر کہا۔ ”کیا تم اس کیس سے ہاتھ اٹھانا چاہتے ہو۔“

”جی ہاں۔“ فریدی نے کہا۔ ”اگر اس پر میرے اصرار راضی نہ ہوئے تو مجبوراً مجھے استعفیٰ

دینا پڑے گا۔“

”بھئی آج تمہارے منہ سے بڑی عجیب عجیب باتیں سن رہا ہوں۔“ جیکسن نے اُسے

آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتے ہوئے کہا۔ ”آخر تمہیں خوف کس بات کا ہے۔“

”ذرا یہ تصویر ملاحظہ فرمائیے۔“ فریدی نے اس کی طرف ایک تصویر بڑھادی۔
 جیکسن تصویر دیکھتے ہی اچھل پڑا۔ کبھی وہ فریدی کی طرف دیکھتا تھا اور کبھی تصویر کی
 طرف۔

”یہ تو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی بیوی ہے..... تو کیا تم.....!“

”جی ہاں مجھے پاگل کتے نے کاٹا ہے کہ اس بوڑھی عورت کے ساتھ۔“

”تو پھر اس کا مطلب کیا ہے۔“ جیکسن نے حیرت سے کہا۔

”اس کا یہ مطلب ہے کہ اگر میں نے اس کیس سے ہاتھ نہ اٹھایا تو لیونارڈ اس تصویر کی ایک

کاپی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے پاس بھجوا دے گا۔“

”یہ تمہیں ملی کیسے!“ جیکسن نے پوچھا۔

فریدی نے سارا واقعہ کہہ سنایا۔

”تو اس کا یہ مطلب ہے کہ پرنس عدنان کو مشکوک سمجھ کر حراست میں لے لیتا چاہئے۔“

”یہ کام آسان نہیں..... ہمارے پاس اس کے خلاف کوئی ثبوت نہیں اور پھر سب سے

بڑی بات یہ کہ وہ عراق کے شاہی خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔“

”کہیں وہی لیونارڈ نہ ہو۔“ جیکسن جلدی سے بولا۔

”خدا بہتر جانتا ہے۔“ فریدی نے کہا۔ ”اس کے متعلق کچھ کہا نہیں جاسکتا۔“

”اچھا کیوں نہ ان اخبار والوں کو پکڑ لیا جائے۔“ جیکسن بولا۔

”ان کے خلاف بھی ہمارے پاس کوئی واضح ثبوت نہیں۔“

”واقعی یہ معاملہ بہت ہی پیچیدہ ہے۔“

”اور اسی لئے میں معافی چاہتا ہوں۔“ فریدی نے کہا۔

”تم عجیب آدمی ہو۔“ جیکسن نے کہا۔ ”بس اس ایک تصویر سے ڈر گئے۔ ارے میاں ایسے

معجزے تو ہر اچھا نوگر افر دیکھا سکتا ہے۔“

”لیکن ایک شوہر اسے ماننے کے لئے تیار نہ ہو گا۔“ فریدی نے کہا۔

”خیر اگر یہ شوہر اتنے تنگ نظر نہیں ہوتے۔“ جیکسن نے فخریہ انداز میں کہا۔

”نہ ہوتے ہوں لیکن اگر اسی طرح کسی ہندوستانی شوہر سے واسطہ پڑ گیا تو پھر میں کہیں کا نہ

”رہوں گا۔“

”آخر تم ڈرتے کیوں ہو۔“ جیکسن بولا۔ ”میں تو موجود ہوں۔“

”نہیں صاحب..... بات دراصل یہ ہے کہ اب میں اپنی ملازمت سے کچھ تنگ

آ گیا ہوں۔“

”یہ اور بات ہے۔“ جیکسن نے کہا۔ ”لیکن میں تمہیں کسی طرح اس کی رائے نہ دوں گا کہ

تم اس معاملے کو ادھر ادھر اسی چھوڑ کر الگ ہو جاؤ۔ اس سے تمہارے سابقہ کارناموں پر بھی خاک

پڑ جائے گی۔“

”صاحب کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں۔“ فریدی نے زچ ہو کر کہا۔

”اپنی تفتیش جاری رکھو۔ اگر تم نے یہ معرکہ سر کیا تو ساری دنیا میں تمہارا نام ہو جائے گا۔“

”یہ لاچ میرے لئے کم نہیں۔“ فریدی نے کہا۔ ”خیر میں کوشش کروں گا۔ ویسے مجھے

کامیابی کی ایک فیصدی بھی امید نہیں۔“

”تم نواب رشید الزماں سے مل کر اس چیز کی تصدیق کیوں نہیں کرتے کہ کیا تمہیں دھوکا

دینے والی درحقیقت اس کی لڑکی ہی تھی۔“

”میرے خیال سے تو یہ بالکل بے سود ہو گا کیونکہ اس قسم کی کوئی بھی لڑکی اپنا صحیح پتہ و

نشان نہیں بتا سکتی۔“

”تمہارا یہ خیال بھی صحیح معلوم ہوتا ہے۔“ جیکسن نے کہا۔ ”پھر آخر اب کیا کرو گے۔“

”نوابنار کے دفتر کی نگرانی۔“ فریدی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ ”یہ بات اب پایہ تکمیل کو

پہنچ گئی ہے کہ لیونارڈ اسی اخبار کے ذریعہ اپنا جال پھیلا رہا ہے۔“

”پہلے میں بھی اسے تمہارا شبہ سمجھا تھا۔“ جیکسن بولا۔ ”لیکن اب مجھے بھی کچھ یقین

آچلا ہے۔“

”لیکن میں ایک بار پھر عرض کروں گا کہ اس طرح بھی ہم لیونارڈ کو نہ پا سکیں گے۔ یہ اور

بات ہے کہ اس کے کچھ ایجنٹ گرفتار ہو جائیں۔ وہ خود معلوم نہیں کس تہہ خانے میں بیٹھا اپنا کام

کیا کرتا ہے۔“

”بہر حال کچھ بھی ہو تمہیں ہمت نہ ہارنی چاہئے۔“ جیکسن نے کہا۔

”بچ پوچھے تو میں آپ ہی کے ہمت دلانے پر اب تک ڈٹا ہوا ہوں۔ ورنہ کبھی کالگ ہو گیا ہوتا۔“

”بات یہ ہے کہ میں تمہیں ساری دنیا میں مشہور دیکھنا چاہتا ہوں۔“ جیکسن نے کہا۔
 ”شکریہ.....!“ فریدی نے اٹھتے ہوئے کہا۔ ”میں ایک بات اور عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اب میں تین چار دن تک آفس نہ آسکوں گا۔“
 ”کیوں.....!“ جیکسن نے چونک کر کہا۔

”میں نیو اسٹار کے دفتر کے کونے کونے سے واقفیت حاصل کرنا چاہتا ہوں۔“ فریدی بولا۔
 ”لیکن تم وہاں کس حیثیت سے رہو گے۔“ جیکسن نے کہا۔ ”یہ بھی بتا دو تاکہ وہاں تمہاری حفاظت کی جاسکے۔“

”میں وہاں معمولی مزدور کے بھیس میں رہوں گا۔“ فریدی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔
 ”کھٹی سفید ڈاڑھی..... پھولی ہوئی ناک اور ماتھے پر گہرے زخم کا نشان۔“
 جیکسن نے معنی خیز انداز میں سر ہلایا اور فریدی اٹھ کر چلا گیا۔
 اسی دن.... رات کو فریدی گھر پر سر جنٹ حمید کو ہدایت دے رہا تھا۔
 ”میرے بتائے ہوئے محلے کے بوڑھے کے بھیس میں تمہیں نیو اسٹار کے دفتر میں رہنا ہو گا اور اس وقت تک تم وہاں موجود رہو گے جب تک کہ تمہیں وہاں سے ہلایا نہ جائے۔“
 فریدی نے کہا۔

اس نے حمید کو اپنی اسکیم کی ساری تفصیلات سے آگاہ کر دیا تھا۔
 ”لیکن میں وہاں کپڑوں کا کیسے۔“ حمید نے کہا۔ ”اگر اس شکل کا وہاں کوئی اور ہو تو۔“
 ”اگر وہاں اس شکل کا کوئی اور آدمی نہ ہو تا تو میں یہ پروگرام ہی نہ بناتا۔“ فریدی نے کہا۔
 ”تو پھر اُس آدمی کو وہاں جانے سے کیسے روکنے گا۔“ حمید نے کہا۔
 ”ارے بھی..... وہ سب میں کر لوں گا۔ اچھا تم فوراً تیار ہو جاؤ۔ میں تمہیں اس شخص سے ملانا چاہتا ہوں تاکہ تم اچھی طرح اس کی صورت ذہن نشین کر لو۔“

تھوڑی دیر کے بعد دونوں شہر کے ایک گھٹیا سے شراب خانے میں داخل ہو رہے تھے۔ یہ شراب خانہ بھی تھا اور ہوٹل بھی۔ باہر سے آئے ہوئے کم حیثیت مسافروں کے لئے یہاں سے

کمرے بھی مل جاتے تھے۔

فریدی اور حمید کو دیکھتے ہی ہوٹل کا فیجر لپک کر اُن کے قریب آگیا۔
”کہتے حضور خیریت تو ہے۔“ اس نے مسکرا کر کہا۔

”میرے کمرے کی کچی.....!“ فریدی نے کہا۔ ”اور ہاں فضلو کو بھیج دینا۔“

فیجر نے فریدی کو ایک کچی لا کر دی۔ فریدی اور حمید زینے طے کر کے ایک بند کمرے کے سامنے آکر رک گئے۔ فریدی نے تالا کھولا اور دونوں اندر داخل ہو گئے۔ فریدی نے دیاسلائی جلا کر ایک طاق پر رکھی ہوئی موم بتی روشن کر دی۔

”یہ آپ کا کمرہ ہے۔“ حمید نے حیرت سے کہا۔

”ہاں ایسے بہترے کمرے میں نے شہر کے مختلف حصوں میں لے رکھے ہیں۔“ فریدی نے کہا۔

”اور مجھے ان کا علم نہیں۔“ حمید نے ہلکی سی جھپکاتے ہوئے کہا۔

”ہاں..... یونہی موقع پڑنے پر تمہیں بھی رفتہ رفتہ ان کا علم ہو جائے گا۔“ فریدی نے

کہا۔ ”جانتے ہو ہوٹل کا فیجر کون ہے۔“

”نہیں.....!“

”ایک بد معاش..... اور نمبر دس کا آدمی۔ مگر بڑے کام کا۔“ فریدی نے کہا۔

زینے پر آہٹ سنائی دی اور چند ہی لمحوں کے بعد ایک بوڑھا کمرے میں داخل ہوا اور سلام

کر کے ایک طرف کھڑا ہو گیا۔

”فضلو تم نیا اشارہ ہی کے پریس میں کام کرتے ہوتا۔“ فریدی نے کہا۔

”جی حضور.....!“

”اچھا دیکھو تمہیں کچھ دن تک اسی کمرے میں رہنا ہو گا..... اور یہ تمہارے بھیس میں

تمہارا کام کریں گے۔“

”اے حضور کوئی خاص کام ہو تو مجھے ہی بتائیے۔“ بوڑھا بولا۔

”نہیں تم نہ کر سکو گے۔“

”جیسی حضور کی مرضی۔“ بوڑھے نے کہا۔ ”ایک گھنٹے کے بعد مجھے کام پر جانا ہو گا۔ آج کل

ناٹ ڈیوٹی میں ہوں۔“

”اچھا حمید تم تیار ہو جاؤ..... میں ابھی تمہیں فضلہ بنائے دیتا ہوں۔“ فریدی نے کہا اور کمرے میں رکھے ہوئے ایک بڑے صندوق کو کھول کر اس میں بھیس بدلنے کا سامان نکالنے لگا۔
تھوڑی دیر کے بعد اس کمرے میں ایک ہی شکل کے دو بوڑھے کھڑے ہوئے تھے۔ ان میں ایک بوڑھا باہر چلا گیا اور دوسرا وہیں کھڑا رہا۔

”ہاں تو فضلہ جب تک تمہیں میری طرف سے کوئی اطلاع نہ ملے تم یہیں اس کمرے میں رہنا۔ میں نے مناسب انتظام کر دیا ہے۔ تمہاری ضروریات کی ساری چیزیں یہیں پہنچتی رہیں گی۔“
اب فریدی نے بھی بھیس بدلنا شروع کیا۔ تقریباً آدھ گھنٹے کے بعد اس کی جگہ پر ایک ادھیڑ عمر کا ملٹری آفیسر کھڑا مگر پی رہا تھا۔
فضلہ اسے حیرت سے دیکھ رہا تھا۔

”فضلہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم نے پھر کو کین کا کاروبار شروع کر دیا ہے۔“ فریدی نے کہا۔
”اب سرکار سے کیا پردہ؟“ فضلہ نے سر کھجاتے ہوئے کہا۔ ”پریس کی نوکری میں اتنا نہیں ملتا جس سے پیٹ پل سکے۔ مہینے میں سو روپیہ تو صرف بال بچوں کے لئے گاؤں بھیج دینا پڑتا ہے۔“

”خیر لیکن..... اس بات کا خیال رکھنا کہ معاملہ میرے ہاتھ تک نہ پہنچنے پائے ورنہ میں مجبور ہو جاؤں گا۔“ فریدی نے کہا۔
”ارے نہیں سرکار..... زیادہ نہیں، بس دھیلے دمڑی کا روزگار ہو جاتا ہے۔“ فضلہ نے سر ہلا کر کہا۔

”خیر تم لوگوں کا دھیلا دمڑی میں اچھی طرح سمجھتا ہوں۔“ فریدی نے سر ہلا کر کہا۔
فضلہ دانت نکال کر ہنسنے لگا۔

”اچھا اب میں چلا..... دیکھو جو کچھ سمجھا دیا ہے اس کے خلاف نہ ہونے پائے۔“
”مجال ہے سرکار..... اس کے خلاف ہو جائے۔ آپ کے لئے جان بھی جائے تو حاضر ہے۔“ فضلہ نے کہا۔

فریدی ملٹری آفیسر کے بھیس میں ہاتھ میں ایک سوٹ کیس لٹکائے باہر آیا اور ٹیکسی کر کے ریلوے اسٹیشن کی طرف روانہ ہو گیا۔

چڑچڑا نواب

دو گھنٹے کا سفر طے کر کے فریدی داراب نگر کے اسٹیشن پر اترا۔ رات کے تقریباً دس بج چکے تھے۔ اسٹیشن پر اسے ایک پھٹپھر سی ٹیکسی دکھائی دی وہ اس میں بیٹھا اور نواب رشید الزماں کے محل کی طرف روانہ ہو گیا۔

نواب صاحب ایک بہت بڑے جاگیر دار تھے اور پرلے سرے کے کنبوس۔ ان کی بے شمار دولت کی کہانیاں دور دور تک مشہور تھیں۔ ہتھیروں کا یہاں تک خیال تھا کہ نواب صاحب نے اتنی دولت جو کہ روٹیاں کھا کھا کر جمع کی ہے۔ ان کے اور لواحقین تو شاہانہ زندگی بسر کرتے تھے، مگر خود انتہائی سادہ زندگی بسر کرنے کے عادی تھے۔ آج وہ ابھی تک نہیں سوئے تھے۔ آج دوپہر ہی سے وہ کسی خاص الجھن میں مبتلا تھے۔ بات بات پر لوگوں سے الجھ جاتے تھے۔ اس وقت وہ بے چینی کے ساتھ دیوان خانے میں ٹہل رہے تھے۔

اچانک ایک ملازم طشتری میں کسی کاملاً قاتی کار ڈالایا اور میز پر رکھ کر خاموشی سے کھڑا ہو گیا۔
”ہوں.....!“ نواب صاحب نے کار ڈاٹھا تے ہوئے کہا۔ ”کر تل ای۔ ایم خان لا حول ولا قوہ..... یہ بھی کوئی ملنے کا وقت ہے۔ جاؤ بھیج دو۔“

چند لمحوں کے بعد فریدی کر تل خان کے بھیس میں دیوان خانے میں داخل ہوا۔
نواب صاحب نے زبردستی چہرے پر مسکراہٹ پیدا کر کے خوش اخلاق بننے کی کوشش کی۔
”فرمائیے کیسے تکلیف کی۔“ نواب صاحب نے کہا۔ ”تشریف رکھئے۔“

”میں ایک بہت ہی خاص کام کے سلسلے میں حاضر ہوا ہوں۔“

”فرمائیے۔“ نواب صاحب نے چونک کر کہا۔

”میں بہت دور سے آیا ہوں..... ذرا دم لے لوں تو عرض کروں۔“ فریدی نے آرام کر سی پر تقریباً لپٹتے ہوئے کہا۔

نواب صاحب کی بھنویں تن گئیں۔ لیکن انہوں نے پھر فوراً ہی اپنے چہرے پر ملائمت کے آثار پیدا کر لئے۔ انہوں نے گھٹی بجائی۔ ایک نوکر آیا۔

”کچھ پیچھے گا۔“ نواب صاحب نے فریدی سے پوچھا۔

”صرف پانی.....!“ فریدی نے جواب دیا اور نوکر چلا گیا۔

پانی پی چکنے کے بعد فریدی نے سگار سلگایا۔

”ہاں اب فرمائیے۔“ نواب صاحب بے تابی سے بولے۔

”انہیں پہچانتے ہیں آپ.....!“ فریدی نے جیب سے ایک تصویر نکال کر نواب صاحب

کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

نواب صاحب نے جیسے ہی تصویر ہاتھ میں لی اُن کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا۔ وہ فریدی کو

گھورنے لگا۔

”آپ ٹھہریئے..... میں ابھی آکر اس کا جواب دیتا ہوں۔“ نواب صاحب نے کہا اور

دیوان خانے سے چلے گئے۔ فریدی سگار کا کش لیتا ہوا دیوان خانے کی دیواروں پر لگی ہوئی

تصویروں کا جائزہ لینے لگا۔

تھوڑی دیر بعد نواب صاحب واپس آئے۔ ان کے ہاتھ میں ایک پستول تھا۔ فریدی چونک

پڑا۔ لیکن اس نے اپنے اطمینان میں فرق نہ آنے دیا۔

”ہاں میں اسے پہچانتا ہوں۔“ نواب صاحب گرج کر بولے۔ ”اور تم جیسے بد معاشوں کو بھی

اچھی طرح جانتا ہوں۔ تمہاری موت تمہیں یہاں لائی ہے۔“

فریدی ہنسنے لگا۔

”تم ہنس رہے ہو..... لیکن یاد رکھو اس کے لئے تمہارے گھر والوں کو روٹا پڑے گا۔“

نواب صاحب نے اسی انداز میں کہا۔

”معلوم نہیں آپ کیا سمجھ رہے ہیں۔“ فریدی نے پرسکون لہجے میں کہا۔

”میں سب کچھ سمجھ رہا ہوں۔“ نواب صاحب نے کہا۔ ”تم اس طرح مجھ سے روپیہ نہیں

مانگ سکتے۔“

”اوہ سمجھا.....!“ فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔ ”تو معاملہ یہاں تک پہنچ چکا ہے۔ بہت

اچھا ہوا کہ میں بالکل ٹھیک وقت پر پہنچ گیا۔“

”اچھا اب کوئی دوسری چال چلنے والے ہو۔“ نواب صاحب چیخ کر بولے۔ ”دیکھو یہاں

بڑے بڑے سرکشوں کی لاشیں دفن ہیں۔“

”چلے یہ دوسری بات معلوم ہوئی۔“ فریدی ہنس کر بولا۔

”اب کی تم ہنسے اور میں نے گولی چلائی۔“ نواب صاحب نے جھلا کر کہا۔

”اور پھر کل اس عمارت کا چپہ چپہ پولیس سے بھرا ہو گا۔“ فریدی نے مسکرا کر کہا۔

”یہ گیدڑ بھینکی کسی اور کو دینا مجھے رشیدالزماں کہتے ہیں۔“

”اور میں آپ سے سچ کہتا ہوں کہ مجھے کرئل خان نہیں کہتے۔“ فریدی نے پرسکون لہجے

میں کہا۔

”وہ تو میں پہلے ہی سے جانتا ہوں۔“ نواب صاحب نے تند لہجے میں کہا۔

”لیکن آپ کچھ نہیں جانتے۔“ فریدی نے اپنی جیب سے دوسرا کارڈ نکال کر نواب صاحب

کو دیتے ہوئے کہا۔

”یہ کیا.....؟“

”میرا دوسرا ملاقاتی کارڈ.....!“

”بس بس رکھے رہو۔“ نواب صاحب نے کہا۔ ”تم اس وقت تک میری قید میں رہو گے

جب تک میری لڑکی مجھے واپس نہ مل جائے۔“

”تو کیا آپ کو اطلاع مل گئی۔“ فریدی نے کہا۔

”بکومت.....!“ نواب صاحب چیخے۔

فریدی سخت الجھن میں پڑ گیا تھا کہ اس سر پھرے کو کس طرح راہ راست پر لائے۔ نواب

صاحب کا غصہ دیکھ کر اُسے الجھن ہو رہی تھی کہ کہیں سچ گولی نہ چلا دے۔ اچانک وہ لیٹے ہی لیٹے

اچھلا اور دوسرے لمحے میں نواب صاحب کا ریا والا راسکے ہاتھ میں تھا اور خود نواب صاحب زمین پر۔

”اگر ذرا بھی آواز نکالی تو خاتمہ ہی سمجھو۔“ فریدی نے دبی آواز میں کہا۔ ”میں خفیہ پولیس

کا انسپکٹر فریدی ہوں۔“

”یہ جھوٹ ہے..... سر اسر جھوٹ۔“ نواب صاحب نے کہا۔

”دیکھئے میں آپ سے پھر کہتا ہوں کہ آہستہ بولئے۔“ فریدی نے کہا۔

نواب صاحب خاموش ہو گئے۔ وہ ابھی تک زمین پر پڑے فریدی کے ہاتھ میں دبے ہوئے

ریوالور کی طرف دیکھ رہے تھے۔

”اٹھ کر بیٹھ جائیے۔“ فریدی نے صوفے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

نواب صاحب خاموشی سے اٹھ کر بیٹھ گئے۔

”معلوم ہوتا ہے کہ اب بد معاشوں نے آپ کو دھمکی دی ہے۔“ فریدی نے کہا۔ ”غزالہ بیچاری پہلے میرے ہی پاس مدد کے لئے گئی تھی۔ بد معاشوں کو اس کا علم ہو گیا اور انہوں نے اسے غائب کر دیا۔“

”میں کیسے یقین کر لوں کہ تم فریدی ہو۔“ نواب صاحب نے مضطرب آواز میں کہا۔

”آپ یقین کریں یا نہ کریں مجھے تو اپنا کام کرنا ہی ہے۔“ فریدی نے کہا ”اور یہ بھی آپ کو بتا دوں کہ خفیہ پولیس کو آپ کی لڑکی پر شبہ ہو گیا ہے کہ وہ مجھے دھوکا دینے آئی تھی۔“

”بھلا وہ کیوں تمہیں دھوکا دینے لگی۔“ نواب صاحب نے کہا۔

فریدی نے مختصر آواز میں سارا واقعہ بتا دیا۔

”اچھا ہے وہ کم بخت انہیں کی قید میں مر جائے۔ اس نے خاندان کی عزت پر بڑے لگاؤ دیا۔“

نواب صاحب بولے۔

”اول تو وہ بے قصور ہے۔“ فریدی نے کہا۔ ”اور اگر اس معاملے کی تہہ میں واقعی کوئی بات ہے تو اس کے سو فیصدی ذمہ دار آپ ہیں۔ آپ نے اُسے کیوں اتنی آزادی دی تھی کہ وہ ایک نوجوان پرائیویٹ سیکریٹری کے ساتھ سوئٹزر لینڈ گئی؟“

”ہاں میرا ہی قصور ہے۔“ نواب صاحب نے مضطرب آواز میں کہا۔ ”لیکن تم یہ کس طرح کہہ رہے ہو کہ وہ بے قصور ہے۔“

”وہ تصویر محض روپیہ اٹھانے کے لئے کھینچی گئی ہے۔ غزالہ ایک تفریح گاہ میں کسی وجہ سے بیہوش ہو گئی تھی۔ پرائیویٹ سیکریٹری اُسے اٹھا کر گاڑی کی طرف لا رہا تھا کہ کسی نے اسی حالت میں دونوں کی تصویر لے لی۔“

”خدا کرے تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔“ نواب صاحب بے ساختہ بولے۔

”آپ نے یورپ کے مشہور بلیک میلر لیونارڈ کا نام سنا ہے۔“ فریدی نے کہا۔

”ہاں اس دوران میں اُس کے واقعات اخبار میں دیکھا کرتا تھا۔“

”تو یہ حرکت اسی کی ہے۔ آج کل وہ ہندوستان آیا ہوا ہے اور ہم لوگ اُسے گرفتار کر لینے

کی فکر میں ہیں۔“ فریدی نے کہا۔

”لیکن مجھے اب بھی یقین نہیں آتا کہ تم فریدی ہو۔“ نواب صاحب نے کہا۔ ”کیونکہ میں

نواب وجاہت مرزا کی زبانی سن چکا ہوں کہ فریدی جوان آدمی ہے اور شاید میں نے آپ کی تصویر بھی ڈاکٹر شوکت کے الیم میں دیکھی تھی۔“

”یہ بات ہے تو مجھے بہت ہی پوشیدہ مقام پر لے چلے..... میں آپ کو اپنی شکل بھی دکھا

دوں۔“ فریدی نے ہنس کر کہا اور ریو الور نواب صاحب کو واپس کر دیا۔

نواب صاحب اُسے حیرت سے دیکھنے لگے۔

”اچھا آؤ میرے ساتھ۔“ نواب صاحب نے اٹھتے ہوئے کہا۔

فریدی ان کے پیچھے چل پڑا۔

ایک چھوٹے سے خوبصورت اور عمدگی کے ساتھ سجائے ہوئے کمرے میں پہنچ کر نواب

صاحب نے دروازہ بند کر لیا۔

”ذرا تھوڑا سا پانی منگوائیے۔“ فریدی نے کہا۔

”پینے کے لئے۔“ نواب صاحب نے پوچھا۔

”جی ہاں۔“

نواب صاحب خود باہر چلے گئے اتنی دیر میں فریدی نے اپنا میک اپ بگاڑ دیا۔

واپسی پر نواب صاحب دروازے ہی پر ٹھٹھک کر کھڑے ہو گئے۔

”ارے.....!“ ان کی زبان سے نکلا اور فریدی نے بڑھ کر پانی کا گلاس ان کے ہاتھ سے

لے لیا۔

”وہی..... بالکل وہی۔“ نواب صاحب بڑبڑائے۔ ”میں نے تمہاری تصویر غور سے

دیکھی تھی۔ واقعی تم فریدی ہو..... بیٹھو..... بیٹھو۔“

فریدی مسکراتا ہوا بیٹھ گیا۔

”بھئی معاف کرنا میں نے تمہیں نادانستگی میں کافی بُرا بھلا کہا ہے۔“ نواب صاحب نے

معذرت کی۔

”اور میں نے بھی تو محض جان جانے کے ڈر سے آپ کی شان میں گستاخی کی ہے، جس کی معافی چاہتا ہوں۔“

”کوئی بات نہیں..... کوئی بات نہیں۔ اب میں بالکل مطمئن ہوں۔“ نواب صاحب نے کہا۔ ”جس وقت مجھے بد معاشوں کا خط اور غزالہ کی تصویر ملی تھی میرے دل میں سب سے پہلے تمہارا ہی خیال آیا تھا کہ کیوں نہ تم سے مدد لوں۔“

”بہر حال میں حاضر ہوں۔“ فریدی ہنس کر بولا۔

”مگر واقعی تم بہت دلیر ہو..... جیسا تھا ویسا ہی پایا۔“

”سب آپ بزرگوں کی دعائیں ہیں۔“

”مجھے دہات مرزا کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ تم نواب عابد علی خاں مرحوم کے لڑکے ہو۔“ نواب صاحب نے کہا۔ ”مرحوم میرے کلاس فیلو تھے اور میرے دور کے عزیز بھی ہوتے تھے۔ ارے بھی تم اپنے ہی بچے ہو۔“

”اس رشتے پر مجھے مزید خوشی ہوئی۔“ فریدی نے سعادت مندانہ انداز میں کہا۔

”مجھے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ تم محض شوق کی بناء پر اس جگہ میں کام کر رہے ہو۔ تمہارے والد مرحوم کو بھی سراغ رسانی کا برا شوق تھا..... آخر کیوں نہ ہوا انہیں کے تولڑ کے ہو۔“

فریدی کو خوف معلوم ہوا کہ کہیں اب نواب صاحب والد مرحوم کی سراغ رسانی کا کوئی واقعہ نہ سنانے لگیں، اس لئے وہ جلدی سے بولا۔

”ہاں تو ذرا وہ خط مجھے بھی دکھائیے۔“ فریدی نے کہا۔

”میں ابھی لایا۔“ کہہ کر نواب صاحب کمرے سے چلے گئے۔

چند منٹ بعد وہ واپس آئے اور انہوں نے ایک لفافہ فریدی کی طرف بڑھادیا۔ اُس میں ایک ٹائپ کیا ہوا خط تھا اور ایک تصویر ویسی ہی تھی جیسی غزالہ نے فریدی کو دکھائی تھی۔

فریدی خط پڑھنے لگا۔

”نواب صاحب!“

اپنی بیٹی کے کروتوت ملاحظہ فرمائیے۔ بے شمار تصویروں میں سے ایک رولنہ ہے۔ آپ غالباً اس آدمی کو بھی پہچانتے ہوں گے۔ یہ تصویریں سوئٹزر لینڈ میں لی گئی تھیں۔ میں نے ان

تصویروں کی قیمت بیس لاکھ روپیہ رکھی تھی۔ آپ کی صاحبزادی بجائے اس کے آپ سے مشورہ کرتیں، خفیہ پولیس کے پاس جا پہنچیں۔ حالانکہ انہیں اس معاملے میں کافی محتاط رہنے کی ہدایت کی گئی تھی۔ مجبوراً ہمیں انہیں گرفتار کر لینا پڑا۔ اگر آپ اپنی بیٹی کی واپسی ان تصویروں سمیت چاہتے ہیں تو کل رات کے نو بجے مطلوبہ رقم کے ساتھ شہر آئیے اور وکٹوریہ پارک میں وکٹوریہ کے بت کے پیچھے ملے۔ آپ کو تصاویر مع ٹکٹوں واپس مل جائیں گی اور آپ کی صاحبزادی بھی رہا کر دی جائیں گی۔ مگر واضح رہے کہ اگر آپ نے بھی کوئی چال چلنے کی کوشش کی تو پھر نتیجے کے آپ خود ذمہ دار ہوں گے۔ اس سلسلے میں آپ کی جان بھی جاسکتی ہے اور آپ کی صاحبزادی کی عزت بھی۔ روپیہ ہمیں کل ملنا چاہئے، ورنہ دیر ہونے کی صورت میں پھر آپ کو موجودہ رقم کا ڈیڑھ گنا دکر ناپڑے گا۔ جب آپ مطلوبہ رقم لے کر آئیں تو آپ کو تنہا ہونا چاہئے۔ ایک بار پھر متنبہ کیا جاتا ہے کہ کافی احتیاط سے کام لیا جائے۔“

فریدی خط پڑھ کر کچھ دیر تک خیالات سے الجھا رہا پھر دفعتاً بولا۔

”سب سے پہلے تو میں آپ کو آپ کی صاحبزادی کی بے گناہی پر مبارکباد دیتا ہوں۔“

”میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔“ نواب صاحب نے کہا۔

”بد معاشوں کے پاس اس تصویر کے علاوہ اور کوئی دوسری تصویر نہیں۔“

”میں اب بھی نہیں سمجھا۔“

”یہی تصویر مجھے غزالہ خانم نے بھی دکھائی تھی اور یہی تصویر انہیں سوئٹزر لینڈ میں بھی ملی

تھی۔ اس کا مطلب یہ کہ بد معاشوں کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی تصویر نہیں اور اس کا سو فیصدی

مطلب یہی ہے کہ اس تصویر کے بارے میں غزالہ خانم کا بیان صحیح ہے۔“

”وہ تو ٹھیک ہے۔“ نواب صاحب نے کہا۔ ”مجھے بھی یقین نہیں آیا تھا۔ غزالہ لاکھ آزاد

خیال سہی، مگر وہ اتنا نہیں گر سکتی۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر گلو خلاصی کس طرح ہو۔ بیس

لاکھ روپیہ کم از کم میرے بس کی بات نہیں۔“

”کوشش تو یہی کی جائے گی کہ یونہی کام چل جائے۔“ فریدی نے کہا۔ ”لیکن میں نے بھی

یہ خط دیکھ کر جو اسکیم بنائی ہے اس کے تحت آپ کو کافی محتاط رہنا پڑے گا۔“

”وہ کس طرح۔“ وہ بے چینی سے بولے۔

”میں آپ کا بھیس بدل کر جاؤں گا..... اور آپ کو یہاں اس وقت تک بند رہنا پڑے گا جب تک کہ میری طرف سے آپ کو کوئی اطلاع نہ ملے۔ آپ کو یہاں اس طرح چھپے رہنا پڑنے گا کہ محل کے کسی فرد کو بھی آپ کی موجودگی کا علم نہ ہو سکے۔ غالباً آپ سمجھ گئے ہوں گے۔“

”اچھی طرح سمجھ گیا..... لیکن اگر بد معاشوں کو اس کا علم ہو گیا تو کیا ہو گا۔ وہ لوگ کافی چالاک معلوم ہوتے ہیں۔“

”اول تو انہیں علم ہی نہ ہونے پائے گا کیونکہ میں اس کے لئے شہر میں اچھا خاصا جال بچھا کر آیا ہوں۔“ فریدی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ ”اور اگر انہیں علم ہو بھی گیا تو کوئی اور صورت نکالی جائے گی۔“

”بہر حال بھی اب تم جانو..... میں تو کافی مطمئن ہو گیا ہوں۔“

”اچھا یہ بتائیے کہ آپ جب شہر جاتے ہیں تو کس ہوٹل میں ٹھہرتے ہیں۔“ فریدی نے پوچھا۔

”گرین میں۔“ نواب صاحب نے جواب دیا۔

فریدی خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔

”تو غزالہ کب تک یہاں پہنچ جائے گی۔“ نواب صاحب بولے۔

”اس کے متعلق میں ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن جب آپ کو مبارک باد کا کوئی تار ملے تو سمجھ لیجئے گا کہ غزالہ محفوظ ہے اور میں خود اس کی حفاظت کر رہا ہوں۔ اس عرصے میں آپ کو قطعی خاموش رہنا پڑے گا۔ آپ شہر آکر مجھ سے ملنے کی بھی کوشش نہ کیجئے گا۔“

”بہت اچھا..... جیسا تم کہہ رہے ہو ویسا ہی کروں گا۔“ نواب صاحب نے کہا۔

”تو کیا تم صبح ہی جاؤ گے۔“

”جی ہاں.....!“ فریدی بولا۔ ”اور اس وقت میں ساری تیاریاں مکمل کر لوں گا۔ فی الحال آپ مجھے اپنے لباس کے چند وہ جوڑے عنایت فرمائیے جنہیں آپ عام طور پر پہنا کرتے ہیں اور دو بڑے سوٹ کیس بھی۔ ایک میں کپڑے رکھوادیتے اور دوسرا خالی رہنے دیجئے۔“

”بہت اچھا..... میں ابھی جا کر انتظام کرتا ہوں۔“ نواب صاحب جانے کے لئے

”ٹھہریے..... ان انتظامات کی بھنگ بھی کسی کے کان میں نہ پڑنے پائے۔“
 ”ہرگز نہیں..... تم اطمینان رکھو۔“

نواب صاحب چلے گئے اور فریدی نے صوفے پر گر کر آنکھیں بند کر لیں۔ اس کا دماغ بہت تیزی سے سوچ رہا تھا۔

شکار

دوسرے دن صبح فریدی نواب رشید الزماں کے بھیس میں محل سے نکلا اور کار میں بیٹھ کر اسٹیشن کی طرف روانہ ہو گیا۔

شہر پہنچ کر اس نے ٹیکسی کی اور گرین ہوٹل پہنچ گیا۔ ہوٹل کا منیجر شاید نواب رشید الزماں سے اچھی طرح واقف تھا۔ اس لئے اس نے اس کا پر تپاک خیر مقدم کیا اور اس بار اس طرح تنہا آنے پر اظہار تعجب کرتے ہوئے ادھر ادھر کی باتیں شروع کر دیں۔

دن بھر فریدی ادھر ادھر مارا مارا پھر تارہا۔ شام ہوتے ہی وہ پھر ہوٹل واپس آ گیا۔ اس دوران میں اس نے کئی بار محسوس کیا کہ ایک آدمی اس کے پیچھے لگا ہوا ہے اور یہ شخص چھٹس عدنان تھا۔ فریدی دل ہی دل میں مسکراتا رہا۔ اس چیز سے اس نے یہ اندازہ بھی لگا لیا کہ لیونارڈ کے پاس اس خاص کام کے لئے شاید یہی ایک آدمی ہے۔ اُس نے اس معاملے میں زیادہ رازدار نہیں بنائے۔ اس خیال کے آتے ہی اُسے اپنی کامیابی اور زیادہ یقینی معلوم ہونے لگی۔

تقریباً آٹھ بجے وہ ایک سوٹ کیس ہاتھ میں لٹکائے ہوئے ہوٹل کے باہر آیا اور ٹیکسی کر کے وکٹوریہ پارک کی طرف روانہ ہو گیا۔

پارک میں بالکل سناٹا تھا۔ سردی اتنی پڑی تھی کہ پارک میں اس وقت رکنے کی ہمت کرنا آسان کام نہ تھا۔ فریدی ایک کنج میں گھرے ہوئے وکٹوریہ کے بت کے پیچھے جا کر بیٹھ گیا اور ایک سگریٹ سلا کر لمبے لمبے کش لینے لگا۔ تقریباً نو بجے اسے کسی کے قدموں کی آہٹ سنائی دیا اور وہ

سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ آنے والے نے اپنے کوٹ کے کار سے اپنا چہرہ چھپا رکھا تھا۔ لیکن فریدی نے اس کے انداز سے پتہ لگا لیا کہ وہ پرنس عدنان ہے۔ فریدی یونہی لاپرواہی سے سگریٹ پیتا رہا۔ پرنس عدنان اس کے قریب آکر کھڑا ہو گیا۔ وہ آہستہ آہستہ بڑبڑا رہا تھا۔

”لوگوں نے اس پارک کو بھی عیاشی کا اڈہ بنالیا ہے۔ بھلا کوئی تک ہے اتنی رات گئے یہاں۔“

اس نے یہ سب اس انداز میں کہا جیسے وہ کوئی پولیس آفیسر ہے۔

”کہتے جناب آپ کون ہیں..... اور اس وقت یہاں بیٹھے کیا کر رہے ہیں۔“ اس نے

فریدی سے پوچھا۔

”آپ کون ہوتے ہیں پوچھنے والے۔“ فریدی نے تلخ لہجے میں جواب دیا۔

”میں ابھی بتاتا ہوں کہ میں کون ہوں؟“ عدنان نے کہا۔ ”یہ اسی وقت تمہاری سمجھ میں آئے گا جب تمہارے ہاتھوں میں جھکڑیاں ہوں گی۔ ابھی کل ہی یہاں پر ایک نوجوان لڑکی بے ہوش پائی گئی ہے..... کم بختوں نے عیاشی کا اڈہ بنالیا ہے اس پارک کو۔“

”مم..... میں.....!“ فریدی ہکلائے لگا۔ ”میں..... مم..... مسافر ہوں۔“

”مسافر ہو تو کسی ہوٹل وغیرہ میں جاؤ..... یہاں بیٹھے کیوں جھک مار رہے ہو۔“ پرنس

عدنان نے کہا۔

”کیا بتاؤں صاحب..... اسٹیشن پر جیب کٹ گئی۔“ فریدی نے رو دینے والے انداز میں

کہا۔ ”سمجھ میں نہیں آتا کہ اب اس وقت کہاں جاؤں۔“

پرنس عدنان ہنسنے لگا۔

”بہت اچھے نواب رشید الزماں صاحب۔“ وہ ہنستا ہوا بولا۔ ”آپ اپنی لڑکی سے زیادہ سمجھ

دار ہیں۔“

”کہتے رقم لائے ہیں۔“

”میری بیٹی کہاں ہے۔“ فریدی بے اختیار بولا۔

”گھبراہٹ نہیں..... وہ آپ تک بحفاظت تمام پہنچ جائے گی۔“ تصویریں ٹیکنوسیت میں

اپنے ساتھ ہی لیتا آیا ہوں..... لڑکی آپ کو اس وقت ملے گی جب ہم لوگ روپیہ گن کر

اطمینان کر لیں گے۔“

”اگر میری لڑکی کو ذرہ برابر بھی ضرر پہنچا تو یاد رکھنا کہ بیس لاکھ کے بجائے تم لوگوں سے چالیس لاکھ وصول کر لوں گا۔ ابھی تم لوگ مجھے نہیں جانتے۔“

فریدی نے کہا اور سوٹ کیس اس کی طرف بڑھا دیا۔ پرنس عدنان نے سوٹ کیس ہاتھ میں لے کر تو لا اور پھر زمین پر رکھ دیا۔

”اس میں ہزار ہزار کے نوٹ ہیں۔“ فریدی نے کہا۔

”خیر دیکھا جائے گا..... یہ لیجئے تصویریں.....!“ پرنس عدنان نے فریدی کے ہاتھ میں ایک لفافہ دے دیا۔ فریدی نے تصویریں نکال کر دیکھیں ان میں نگینو بھی موجود تھا۔ اس نے لفافہ جیب میں رکھ لیا۔

”میں کس طرح یقین کر لوں کہ تم نے ساری تصویریں دے دیں ہیں۔“ فریدی نے کہا۔

”آپ یقین کیجئے کہ ہم لوگ معاملے کے پکے ہیں۔“ پرنس عدنان نے سوٹ کیس اٹھاتے ہوئے کہا۔ ”لیکن ہم لوگ کس طرح یقین کر لیں کہ اس سوٹ کیس میں پوری رقم ہے۔“

”اس کا تو تمہیں یقین ہونا چاہئے۔“ فریدی نے کہا۔ ”ایسی صورت میں جب کہ میری لڑکی تم لوگوں کی قید میں ہے میں تمہیں کس طرح دھوکا دے سکتا ہوں۔“

”ہاں یہ بات قاعدے کی ہے۔“ پرنس عدنان نے کہا۔ ”اچھا کل شام تک آپ کی لڑکی بحفاظت تمام آپ تک پہنچ جائے گی۔“

پرنس عدنان جانے کے لئے مڑا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں فریدی نے اچھل کر اُسے دبوچ لیا۔ پرنس عدنان نے اس کی گرفت سے نکل جانے کی کوشش کی لیکن فریدی نے دو تین بار اس کا سر سنگ مرمر کے اس چبوترے سے ٹکرا دیا جس پر دو کٹورے کابت نصب تھا۔

پرنس عدنان بیہوش ہو گیا۔

دو گھنٹے کے بعد فریدی اُسی شراب خانے کے ایک تہہ خانے میں نظر آیا۔ جہاں وہ دراب نگر کے لئے روانہ ہوا تھا۔ وہ شراب خانے کے منبر کی مدد سے بے ہوش پرنس عدنان کو ایک ستون میں باندھ رہا تھا۔

”انسپکٹر صاحب..... واقعی آپ بھی بلا کے آدمی ہیں۔“ شراب خانے کا منبر بولا۔

”اگر میں بلا کا آدمی نہ ہو تا تو شاید تمہارے ہاتھوں مجھے قبر میں سونا پڑتا۔“ فریدی نے مسکرا کر کہا۔

”اس میں شک نہیں۔“ منیجر نے کہا۔ ”اگر آپ کی بجائے کوئی اور ہو تا تو اس کا یہی انجام ہو تا مگر آپ کو تو استاد کہہ ہی چکا ہوں۔“

”اچھا میرے شاگرد..... لیکن تم نے اب بہت بے دردی سے ناجائز شراب پیتی شروع کر دی ہے۔ ذرا احتیاط سے۔“

”میرا دعویٰ ہے کہ سوائے آپ کے اور کوئی ایسا نہیں کہہ سکتا۔“ منیجر نے سینے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

”یہی مطلب تھا۔“ فریدی نے کہا اور پرنس عدنان کو ہوش میں لانے کی کوشش کرنے لگا۔

”آخر یہ معاملہ کیا ہے۔“ منیجر نے کہا۔

”معاملہ بہت الجھا ہوا ہے۔ سلجھ جانے کے بعد بتاؤں گا..... لیکن تم اس کی اچھی طرح حفاظت کرنا یہ نکل کر نہ جانے پائے ورنہ نتیجہ کے تم ذمہ دار ہو گے۔“

”ارے بھلا ایسی کیا بات ہے..... یہاں پر نہ بھی پر نہیں مار سکتا۔“ منیجر نے کہا۔

پرنس عدنان ہوش میں آ گیا تھا۔ وہ گھبرائی ہوئی نظروں سے چاروں طرف دیکھنے لگا۔

فریدی اس کی طرف مسکرا کر دیکھ رہا تھا۔

”نواب رشید الزماں نے مجھے دھوکا دیا۔“ پرنس عدنان انگریزی میں بڑبڑایا۔

”تم بالکل ٹھیک سمجھے۔“ فریدی نے اردو میں کہا۔

”میں تمہاری زبان نہیں سمجھتا..... کیا تم انگریزی میں بات نہیں کر سکتے۔“ عدنان نے کہا۔

”میری زبان تو تم ایسی سمجھتے ہو جیسے کہ چاہئے۔“ فریدی نے کہا۔ ”اگر تم کہو تو تمہاری مادری زبان گجراتی میں گفتگو کروں۔“

پرنس عدنان چونک پڑا۔

”چونکہ نہیں مسٹر جشید..... تم دوسروں کی آنکھ میں دھول جھونک سکتے ہو میری آنکھ میں نہیں۔“

”میں کچھ نہیں سمجھ رہا کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔“ عدنان غصے میں بولا۔ ”تم عراق کے ایک شہزادے کی توہین کر رہے ہو۔ تمہاری حکومت کو اس کے لئے جوابدہ ہونا پڑے گا۔“

”ٹھیک کہہ رہے ہو مسٹر جمشید۔“ فریدی انگریزی میں بولا۔ ”ہماری حکومت عرصہ سے تمہاری تاک میں ہے۔“

”کیا بکواس ہے..... کون جمشید..... کیسا جمشید..... تمہیں کچھ غلط فہمی ہوئی ہے۔“

”جناب..... مجھے تو عموماً غلط فہمی ہی ہوا کرتی ہے۔ تم سمجھتے تھے کہ شاید میں تمہاری اس تصویر والی دھمکی سے ڈر کر تمہارا پیچھا چھوڑ دوں گا۔“

”کیا فضول بکواس لگا رکھی ہے۔ مجھے فوراً کھول دو، ورنہ اچھانہ ہو گا۔“ عدنان چیخ کر بولا۔

”اگر میں تمہیں یہاں سے رہا بھی کر دوں تو بے کے تحت تمہیں حوالات میں رہنا پڑے گا۔“

تم کیا سمجھتے ہو..... میرے پاس تمہارے سیاہ کارناموں کا پورا ریکارڈ موجود ہے اور تمہاری انگلیوں کے نشانات بھی جو میں نے اس کاغذ سے حاصل کئے تھے، جو تم چھپنے کے لئے نیا اشارہ کے دفتر میں دے آئے تھے۔“

عدنان کے چہرے پر پسینہ پھوٹ آیا۔

”سب بکواس ہے۔“ وہ پھر چیخا۔

”خیر بکواس ہی سہی۔“ فریدی نے مسکرا کر کہا۔ ”یہ بتاؤ لیونارڈ کہاں ہے۔“

لیونارڈ کے نام پر پرنس عدنان بری طرح چونک پڑا اور حیرت سے فریدی کو گھورنے لگا۔

”اس طرح گھورنے سے کام نہ چلے گا۔ یہ تو تمہیں بتانا ہی پڑے گا۔“ فریدی نے کہا۔ ”اس وقت تم حکومت کی حراست میں نہیں بلکہ ذاتی طور پر براہ راست میری حراست میں ہو۔ میں اس راز کو اگلوانے کے سلسلے میں تمہیں قتل کر دینے سے بھی گریز نہ کروں گا۔“

فریدی کے چہرے پر عجیب قسم کے سفاکانہ آثار پیدا ہو گئے۔ جنہیں دیکھ کر شراب خانے کا منیجر کانپ گیا۔

”انگلیٹھی میں کوئلے دھکاؤ۔“ فریدی نے منیجر کی طرف دیکھ کر تحکمانہ لہجے میں کہا۔

”بہت بہتر۔“ کہہ کر منیجر چلا گیا۔

”میں لوہا سرخ کر کے تمہارے جسم پر اتنے داغ ڈالوں گا کہ سیاہ ہو کر رہ جاؤ گے۔“ فریدی

نے کہا۔

”لیکن آخر کیوں..... میری حکومت.....!“

”چپ رہو حکومت کے بچے۔“ فریدی گرج کر بولا۔ ”جو میں پوچھتا ہوں اس کا صحیح صحیح

جواب دو، ورنہ ابھی ساری حقیقت معلوم ہو جائے گی۔“

”میں نہیں جانتا۔“ عدنان نے کھٹی ہوئی آواز میں کہا۔

اتنی دیر میں فیجر دکھتی ہوئی انگلیٹھی لے کر آگیا۔

”اس میں سرخ ہونے کے لئے لوہے کی ایک سلاخ ڈال دو۔“ فریدی نے فیجر سے کہا۔

عدنان سر سے پیر تک کانپ اٹھا۔

فریدی سرخ ہوتی ہوئی سلاخ کو بغور دیکھ رہا تھا۔ سلاخ کے سرخ ہو جانے پر فریدی اُسے

انگلیٹھی سے نکال کر آہستہ آہستہ عدنان کی طرف بڑھنے لگا۔

”میں مجرم ہوں..... مگر تمہیں اس کا حق حاصل نہیں۔“ عدنان خوف زدہ آواز میں چیخا۔

”یہاں اس تہہ خانے میں مجھے ہر طرح کا حق حاصل ہے۔“ فریدی نے بے دردی سے کہا

اور جلتی ہوئی سلاخ اس کے ہاتھ پر رکھ دی۔ عدنان بلبلاتا اور شراب خانے کا فیجر منہ پھیر کر

دوسری طرف ہٹ گیا۔

”میں تمہیں اسی طرح داغ داغ کر دوں گا۔“

”لیکن تمہاری یہ حرکت بے ضابطہ ہے۔“ عدنان اپنی مادری زبان گجراتی میں چیخا۔

”شاباش میرے بیٹے۔ آخر تم عدنان سے جھید ہو ہی گئے۔ اب جلدی سے یہ بھی بتا دو کہ

لیونارڈ کہاں ہے۔“ فریدی نے سلاخ کو دوبارہ انگلیٹھی میں ڈالتے ہوئے کہا۔

”مجھے نہیں معلوم.....!“

”پھر وہی.....!“

”مقدس آگ کی قسم میں نے اُسے آج تک نہیں دیکھا۔“

”تم جھوٹے ہو۔“

”اب میں تمہیں کسی طرح یقین نہیں دلا سکتا۔“ عدنان نے جلے ہوئے نشان کی طرف

دیکھتے ہوئے کہا۔

”اچھا اس کے احکامات تم تک کیسے پہنچتے ہیں۔“

”ٹرانسمیٹر کے ذریعے۔“

”ٹھیک.... اچھا یہ بتاؤ کہ جس عمارت میں تم رہتے ہو، اس میں ٹرانسمیٹر کہاں لگا ہوا ہے۔“

”میرے سونے کے کمرے میں۔“

”تمہارے ملازمین کو تمہاری حرکات کی اطلاع ہے یا نہیں۔“

”صرف ایک کو۔“

”اس کا نام کیا ہے۔“ فریدی نے پوچھا۔

”راجو.....!“

”تم لوگوں کا اس مکان پر کب سے قبضہ ہے۔“

”تقریباً دس سال سے۔“

”لیونارڈ کے پروگرام سے تمہارے علاوہ کوئی اور بھی واقف ہے۔“

”نہیں.....!“

”غزالہ کہاں قید ہے؟“

”مجھے نہیں معلوم.....!“

”تم جھوٹ بکتے ہو۔“

”مجھے نہیں معلوم کہ لیونارڈ نے اُسے کس طرح غائب کیا ہے اور کہاں رکھا ہے۔“

اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔ فریدی نے محسوس کیا کہ عدنان بار بار اپنا ہاتھ سینے کی طرف

لے جانے کی کوشش کر رہا ہے

فریدی نے جھپٹ کر اس کے چمڑے کے گریبان میں ہاتھ ڈال دیا۔ اس کے سینے پر کوئی سخت

کی چیز بندھی معلوم ہوئی۔ فریدی نے اسے کھینچ کر باہر نکال لیا یہ ایک چپٹا سا ٹرانسمیٹر تھا۔

”اوہ تو یہ کہنے آپ اپنی گرفتاری کی اطلاع لیونارڈ کو دینے جا رہے تھے۔“

فریدی نے ٹرانسمیٹر کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ”یہ بالکل دیسا ہی ہے جیسا جرمی کے

جاسوس دوران جنگ استعمال کیا کرتے تھے۔“

عدنان کے چہرے سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اب اُسے اپنی زندگی کی کوئی امید نہ رہ گئی ہو۔

”اچھا شاگرد صاحب۔“ فریدی نے ہوٹل کے منیجر کی طرف دیکھ کر کہا۔ ”اب میں چلتا ہوں..... اس پر کڑی نظر رکھنا۔“

فریدی اور منیجر عدنان کو تہہ خانے میں چھوڑ کر اوپر آگئے۔

پُر اسرار مکان

تھوڑی دیر بعد فریدی کمرے سے نکلا اور اس نے اپنا چہرہ چہرے کے کالر میں چھپا رکھا تھا۔ شراب خانے کے باہر آکر اس نے چہرے کے کالر گرا دیئے۔ وہ پرنس عدنان کے روپ میں تھا۔ اس نے فٹ پاتھ پر چند منٹ کھڑے ہو کر کچھ سوچا اور پھر ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر پرنس عدنان کے مکان کی طرف روانہ ہو گیا۔

پرنس عدنان جس مکان میں رہ رہا تھا وہ ایک بہت پرانی عمارت تھی، اس کے متعلق عام طور پر مشہور تھا کہ وہاں بدروحوں کا سایہ ہے۔ اس سے قبل یہاں ایک بہت ہی مالدار آدمی رہتا تھا۔ وہ بالکل اکیلا تھا۔ اس کے متعلق مشہور تھا کہ وہ اس مکان میں رہنے والے بھوتوں ہی کی مدد سے مالدار ہو گیا ہے۔ یہ عمارت دراصل شاہی وقتوں کی تھی اور شہر کے ایک نواب خاندان سے تعلق رکھتی تھی۔ کسی وجہ سے اس خاندان والوں نے اُسے فروخت کر دیا تھا۔ وجہ خواہ کچھ ہی ہو لیکن عوام میں یہ بات مشہور ہو گئی تھی کہ اس کی فروختگی کا باعث دراصل بھوتوں ہی والا معاملہ تھا۔ جس شخص نے اسے خریدا تھا اس نے اسے کرائے پر اٹھادیا۔ کرایہ دار جو مکان میں چند نوکروں کے ساتھ تنہا رہتا تھا ایک دن صبح اپنے کمرے میں مردہ پایا گیا۔ اس واقعے سے اس مکان کے بھوتوں کی شہرت میں اور اضافہ ہو گا۔

پھر اس مکان کو پرنس عدنان نے کرائے پر لیا اور وہیں رہنے لگا۔ مکان یوں بھی اپنی قدامت کی وجہ سے کچھ پراسرار سا لگتا تھا۔ پھر بھوتوں والے معاملے نے اُسے اور بھی خوفناک بنا دیا۔ پرنس عدنان جب اسے کرائے پر لے رہا تھا تو قرب وجوار کے لوگوں نے اُسے روکنے کی

کوشش کی تھی لیکن اس نے ہنس کر ٹال دیا تھا۔

فریدی اس عمارت کے سامنے پہنچ کر تھوڑی دیر کے لئے رکا۔ صدر دروازہ پر ایک بہت زیادہ پاد رکابلب روشن تھا۔ ایک طرف ایک چوکیدار بیٹھا اونگھ رہا تھا۔ فریدی کھڑا کچھ سوچتا رہا پھر آگے بڑھا۔ اس کے قدم ایک ایسے شرابی کی طرح لڑکھڑاہے تھے جو بہت زیادہ پی گیا ہو۔ اس نے چوکیدار کے پاس پہنچ کر اسے ٹھوکر رسید کر دی وہ ہڑبڑا کر کھڑا ہو گیا۔

”سور کا بچہ سوتا ہے۔“ فریدی بگڑے ہوئے ہندوستانی لہجے میں چیخا۔

”نہیں تو حضور.....!“ چوکیدار نے سہم کر جواب دیا۔

”حضور کا بچہ.....! لو کا پٹھا۔“ فریدی بڑبڑاتا ہوا اندر داخل ہوا۔

اب اس نے بھدی اور بے ہنگم آواز میں ایک انگریزی گانا شروع کر دیا تھا۔ اسے ایسا محسوس ہونے لگا جیسے اس کی آواز سے ساری عمارت گونج رہی ہو۔ شور سن کر دو تانا اور تندرست آدمی اس کے قریب آکر کھڑے ہو گئے۔

”کیا بات ہے سردار.....!“ ایک آدمی نے گجراتی زبان میں پوچھا۔

”تمہارا سر.....!“ فریدی نے بھی گجراتی زبان میں جھلا کر کہا۔

”آئیے..... میں آپ کو آپ کے سونے کے کمرے میں پہنچا دوں۔“ پہلا آدمی بولا۔

”ابے اوگدھے تیرا دماغ خراب ہو گیا ہے کیا۔“ فریدی جھومتا ہوا بولا۔ ”میں مرغی کا بچہ

ہوں کیا سمجھا..... مجھے میرے ڈربے میں پہنچا دے۔“

دونوں آدمیوں نے مسکرا کر سر جھکا لیا۔

اچھا تم دونوں مسکراتے ہو۔ فریدی نے جیب سے پستول نکال کر کہا۔ ”ہینڈ زاپ“

دونوں گڑگڑاتے ہوئے اس کے قدموں پر گر پڑے۔

فریدی نے ایک زوردار قہقہہ لگایا اور پستول جیب میں رکھ لیا۔

”اٹھو.....!“ وہ گرج کر بولا۔ ”تم دونوں میرے باپ ہو۔“

وہ دونوں کھڑے ہو کر کانپنے لگے۔

”جاؤ..... راجو کو بلا لاؤ۔“ فریدی نے کہا۔

”راجو.....!“ دونوں نے بیک وقت کہا اور حیرت سے ایک دوسرے کی طرف

دیکھنے لگے۔

”ہاں..... ہاں..... راجو.....!“ فریدی جھومتا ہوا بولا۔

”کون راجو.....!“ ایک نے کہا۔

”تم راجو کو نہیں جانتے..... تب تم کالی بلی کی اولاد معلوم ہوتے ہو، جاؤ اُسے فوراً بلاؤ..... ورنہ میں تم دونوں کو ختم کر دوں گا۔“

”سردار..... ہم نہیں جانتے راجو کون ہے۔“ ایک بولا۔

فریدی سوچ میں پڑ گیا کہ پرنس عدنان نے صرف راجو والی بات جھوٹ کہی تھی۔ اگر وہ شرابی کارول نہ کر رہا ہو تا تو اس وقت شامت ہی آگئی تھی۔ وہ سوچنے لگا کہ کہیں ٹرانسمیٹر والی بات بھی غلط نہ ہو۔

”تم لوگ بالکل گدھے ہو، جو راجو کو نہیں جانتے۔“ فریدی نے کہا۔ ”راجو میری جان میری محبوبہ ہے۔ ابھی وہ آر لکچو میں میرے ساتھ شراب پی رہی تھی۔“

”یہ بات ہے۔“ ایک مسکرا کر بولا۔ ”آپ ہمیں اس کے گھر کا پتہ بتائیے..... ہم ابھی اُسے اٹھالتے ہیں۔“

”وہ جنت میں رہتی ہے۔“ فریدی نے لڑکھڑا کر آگے بڑھنے کی کوشش کی۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں وہ گر پڑا۔

”سردار..... سردار.....!“ دونوں اس پر جھکتے ہوئے بیک وقت چیخے۔

”بیہوش ہو گئے۔“ ایک نے کہا۔

”کبھی اتنی نہیں پیتے تھے..... معلوم نہیں کیا بات ہے۔“ دوسرے بولا۔

”کوئی عورت ساتھ تھی نا۔“ پہلا مسکرا کر بولا۔ ”چلو انہیں اٹھا کر ان کے سونے کے کمرے میں ڈال آئیں۔“

دونوں فریدی کو اٹھا کر سونے کے کمرے میں لائے اور کوچ پر لٹا دیا۔ ان کے چلے جانے کے بعد تھوڑی دیر یونہی لیٹے رہنے کے بعد فریدی اٹھا اور کمرہ اندر سے بند کر لیا۔ یہ ایک مغربی طرز پر آراستہ کیا ہوا کمرہ تھا۔ سونے کے پلنگ کے قریب ایک چھوٹی سی میز پر ایک ریڈیو رکھا ہوا تھا۔ فریدی کو ٹرانسمیٹر کی تلاش تھی۔ اس نے کمرے کا کونہ کونہ چھان مارا مگر ٹرانسمیٹر کا کہیں پتہ نہ

چلا۔ وہ سوچنے لگا..... خیر کچھ پرواہ نہیں۔ اب تو پرنس عدنان اس کی قید ہی میں ہے۔ اگر وہ آج سیدھی طرح نہیں بتا۔ کا تو کیا ہوا کل اس کی کھال کھینچ لی جائے گی۔ ابھی وہ سوچ ہی رہا تھا کہ یک بیک میز پر رکھے ہوئے ریڈیو میں ہلکی ہلکی سی کھر کھر اہٹ پیدا ہونے لگی۔ وہ چونک پڑا۔ ریڈیو خود بخود کیسے چلنے لگا۔ وہ جھپٹ کر ریڈیو کے قریب پہنچا۔ اب ریڈیو میں سے کسی آدمی کی آواز بھی سنائی دینے لگی۔ بولنے والا انگریزی میں کہہ رہا تھا۔

”تم نے ابھی تک مطلع نہیں کیا..... تیری بار تمہیں مخاطب کر رہا ہوں..... جواب دو..... کہہ کیا ہوا..... دوپہر کو تم نے اطلاع دی تھی کہ وہ آگیا ہے۔“

فریدی غور سے ریڈیو کا جائزہ لینے لگا۔ اچانک اس کا ہاتھ ایک جگہ پڑا اور ایک کھٹکے کے ساتھ ریڈیو میں ایک خانہ سا کھل گیا جہاں فریدی کا ہاتھ لگا تھا۔ وہاں ایک چھوٹا سا اور سرسری طور پر دیکھنے پر نظر نہ آنے والا ایک سوئچ لگا ہوا تھا۔ فریدی نے سوئچ دبا یا اور خانہ پھر بند ہو گیا۔ اس نے خانے کو پھر کھولا اور منہ لگا کر کہنے لگا۔

”میں نے زبردست دھوکا کھایا..... کم بخت نے سادے کاغذوں کے اوپر کچھ نوٹ جما رکھے تھے..... نوٹوں کی گڈیوں میں اوپر نیچے نوٹ اور درمیان میں سادہ کاغذ تھا۔“

”تصویروں کا کیا ہوا.....!“ ریڈیو سے آواز آئی۔

”نگینو سمیت لے گیا۔“ فریدی نے کہا۔

”تم نے احمق معلوم ہوتے ہو۔“ ریڈیو سے آواز آئی۔ ”کیا لڑکی بھی واپس کر دی۔“

”نہیں.....!“ فریدی نے کہا۔ ”یہ میری پہلی غلطی ہے امید ہے کہ آپ مجھے معاف کر دیں گے۔“

”خیر جانے دو.....!“ ریڈیو سے آواز آئی۔ ”لڑکی کو احتیاط سے رکھنا اور اگر ممکن ہو تو اس گدھے کو بھی اڑا لاؤ..... اور ہاں فریدی سے ہوشیار رہنا۔“

”وہ بُری طرح میرے پیچھے پڑ گیا ہے..... اگر حکم ہو تو اُسے قتل کر دیا جائے۔“ فریدی نے کہا۔

”تم اس کی فکر مت کرو..... میں اس کا معقول انتظام کر رہا ہوں۔“ ریڈیو سے آواز آئی۔

فریدی نے مسکرا کر سر ہلایا اور بولا..... ”کل دن میں آپ سے گفتگو نہ کر سکوں

گا..... میرا ارادہ ہے کہ اس نواب کے بچے کو ایک اچھا سبق پڑھاؤں۔“

”اے سبق دینے کا سب سے آسان طریقہ تمہیں بتاتا ہوں۔ ریڈیو سے آواز آئی۔ لڑکی تمہارے قبضے میں ہے ہی، کسی کے ساتھ اس کی تصویر کھینچ کر اسے رہا کر دو اور تصویر کی ایک ایک کاپی اس کے ہر عزیز کے پاس بھجوا دو۔“

فریدی الجھن میں پڑ گیا۔ عدنان نے کہا تھا کہ اُسے لڑکی کے اغواء کے متعلق کچھ معلوم ہی نہیں۔ لیونارڈ نے براہ راست اُسے غائب کر دیا تھا اور اسی نے اسے کہیں رکھا بھی تھا۔

”آپ کی یہ تدبیر بہت عمدہ ہے۔ ایسا ہی کیا جائے گا۔“ فریدی نے کہا۔ ”اور کوئی حکم۔“

”نہیں اب بس کل رات کو پھر گفتگو ہوگی۔“ ریڈیو سے آواز آئی اور کمرے میں مکمل

خاموشی چھا گئی۔ فریدی نے خانہ بند کر دیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ آخر غزالہ کا پتہ کیسے لگائے۔ اگر وہ اسی مکان میں کسی جگہ قید ہے تب تو آسانی سے پتہ چل جائے گا اور اگر یہاں نہ ہوئی تو اس کے لئے اسے دوبارہ عدنان کے ساتھ سختی کرنی پڑے گی۔ اس نے عدنان کے ساتھ جو رویہ اختیار کیا تھا وہ اسے قطعی پسند نہ تھا لیکن اس کے علاوہ کوئی اور چارہ بھی تو نہ تھا۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ اس قسم کے لوگ تشدد ہی کے ذریعہ قابو میں آتے ہیں اور بعض اوقات تو تشدد بھی انہیں راہ راست پر لانے کے لئے بیکار ثابت ہوتا ہے۔

فریدی رات بھر جاگتا رہا۔ جب مکان کے سارے لوگ سو گئے تو وہ اٹھا اور مکان کا کونہ کونہ چھان مارا۔ مگر غزالہ کا سراغ نہ ملا۔

فریدی پاگل ہو گیا

دوسرے دن صبح فریدی اپنے گھر پہنچا۔ اُس نے حمید کو پہلے ہی اطلاع بھجوا دی تھی اور اب اس کی آمد کا انتظار کر رہا تھا۔ حمید کی عدم موجودگی میں گھر اُسے کچھ اچھا نہ لگ رہا تھا۔ ناشتے کی میز پر پہنچ کر بھی اس نے حمید کی کمی شدت سے محسوس کی۔

”کیوں بھی..... یہ بنگالی رس گلے کہاں سے آئے تھے۔“ فریدی نے میز کی قریب

کھڑے ہوئے نوکر سے پوچھا۔ اُسے بنگالی رس گلے بے حد مرغوب تھے۔

”چیف صاحب نے آپ کے لئے بھجوائے ہیں۔“ نوکر نے جواب دیا۔

فریدی نے رس کھا اٹھایا۔ لیکن پھر فوراً ہی رکھ دیا۔ وہ کچھ سوچ رہا تھا۔ ٹرانسمیٹر پر بولنے والے کے الفاظ اب تک اس کے کانوں میں گونج رہے تھے اور پھر آج سے پہلے کبھی چیف انسپکٹر صاحب نے اتنی مہربانی نہ کی تھی۔ فریدی نے ایک رس کھا اٹھا کر قریب بیٹھے ہوئے کتے کے آگے ڈال دیا۔ کتا اسے کھا کر دوبارہ فریدی کی طرف دیکھنے لگا۔ فریدی نے ایک اور ڈال دیا۔ رفتہ رفتہ اس نے سارے رس گلے اُسے کھلا دیئے۔ تھوری دیر بعد کتا اونگھنے لگا۔ فریدی چائے کے گھونٹ لے لے کر بغور اسے دیکھتا رہا۔ کچھ دیر بعد دفعتاً کتا چونکا اور قد آدم آئینے میں اپنا عکس دیکھ کر اس پر جھپٹا۔..... وہ آئینے کے سامنے اس طرح اچھل کود رہا تھا جیسے کسی دوسرے کتے سے لڑ رہا ہو۔ فریدی کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ پیدا ہوئی۔ وہ اٹھا اور کمرے سے نکل آیا۔ دونوں کتوں نے کتے کے شور کے متعلق اس سے پوچھا۔ لیکن اس نے انہیں یہ کہہ کر ٹال دیا کہ اس نے ایک چوہا پکڑ لیا ہے۔ اس نے دوسرے کمرے میں جا کر پستول نکالا اور پھر کمرے میں لوٹ آیا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کتاباگل ہو گیا ہو۔ فریدی نے پستول چلا دیا۔ کتے نے ایک جست لگائی اور زمین پر آ رہا۔ گولی چلنے کی آواز سن کر کئی نوکر کمرے کی طرف دوڑ آئے۔ فریدی کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ سرخ سرخ آنکھیں اپنے حلقوں سے ابلی پڑ رہی تھیں۔ اس نے نوکروں کی طرف دیکھ کر ایک وحشیانہ قہقہہ لگایا اور انہیں بھی گولی مار دینے کی دھمکیاں دینے لگا۔

سارے نوکر خوفزدہ ہو کر ادھر ادھر منتشر ہو گئے۔ فریدی طرح طرح کی آوازیں نکالتا ہوا اچھل کود کر رہا تھا۔

اتنے میں حمید آگیا، فریدی کو اس حالت میں دیکھ کر اُسے بیساختہ ہنسی آگئی۔

”کیوں بے آلو کے پٹھے تو ہنس کیوں رہا ہے۔“ فریدی نے چیخ کر کہا۔

حمید یک بیک سنجیدہ ہو گیا۔ فریدی نے آج تک اس سے ایسے لہجے میں گفتگو نہ کی تھی۔

”ابے بولنا کیوں نہیں۔“ فریدی پھر چیخا۔

اس بار حمید سر سے پیر تک لرز گیا۔ اس نے فریدی کی آنکھوں میں ایک بہت ہی بھیاںک

قسم کی چمک دیکھی۔

”ابے بول.....!“ فریدی پھر گرجا۔

”کیا بولوں.....!“ حمید نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

”ابے وہی بول جو تجھے شیطان کی خالہ نے سکھایا ہے۔“ فریدی چیخا۔ ”ابے بول بندر کی اولاد کوڑیا لے سانپ کے بھانجے۔“

حمید کو پھر ہنسی آگئی اور فریدی نے جیب سے پستول نکال کر فائر کر دیا۔ گولی حمید کے داہنے کان کے قریب سے نکل گئی۔

حمید بدحواس ہو کر بھاگا..... فریدی اس کے پیچھے دوڑ رہا تھا۔ حمید نے غسل خانے میں گھس کر دروازہ بند کر لیا۔ فریدی دروازہ پیٹنے لگا۔

”ابے اوٹمائے کے خالو..... دروازہ کھولو..... ورنہ کچا کھا جاؤں گا۔“ فریدی چیخا۔

گھر کے سارے ملازمین اس کی یہ حالت دیکھ کر ادھر ادھر چھتے پھر رہے تھے۔

”انچھا بیٹا..... نہ کھولو..... دفتر سے لوٹ کر تمہاری مرمت کروں گا۔“ فریدی نے کہا

اور وہاں سے ہٹ گیا۔

اس نے پانچاٹھ اور قمیض پر ٹائی باندھی، ایک پیر میں کالا جوتا پہنا اور دوسرے میں کتھنی اور

سر پر گاندھی کیپ رکھ کر دفتر کی طرف پیدل ہی چل دیا۔

راستے بھر لوگ اُسے دیکھ دیکھ کر ہنستے رہے..... اور وہ انہیں منہ چڑھاتا رہا۔

دفتر میں گھستے ہی اس نے ہلڑ چانا شروع کر دیا۔

”آئی ایم دی مانرک آف آل آئی سروے۔“ وہ چیخ چیخ کر گارہا تھا۔

دفتر کا سارا عملہ اس کے گرد اکٹھا ہو گیا تھا۔ گاتے گاتے اس نے ایک ہاتھ کمر پر رکھا اور

دوسرا سر پر اور انگریزی گانا گاتا ہوا ہندوستانی انداز میں ٹھک ٹھک کرناچنے لگا۔

لوگ کھڑے ہنس رہے تھے۔ بہتیروں کے ذہن میں یہ بات آئی کہ شاید اس نے سراغ

رسانی کے سلسلے میں کوئی نیا بہروپ بھرا ہے۔

یہ سلسلہ جاری تھا کہ حمید بھی دفتر پہنچ گیا۔ لوگ اس سے پوچھنے لگے۔

”نہیں قطعی نہیں..... یہ بہروپ ہر گز نہیں ہو سکتا۔“ حمید نے کہا۔ ”ابھی ابھی انہوں

نے مجھ پر پستول سے وار کیا تھا..... اگر میں ایک طرف نہ ہو جاتا تو کھوپڑی صاف ہو گئی تھی۔“

یہ سن کر بہتیرے لوگ ڈر کر فریدی کے پاس سے اٹھ گئے۔
 ”تم آگئے میرے بیٹے۔“ فریدی حمید کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہوا بولا۔ ”بھائیو میرے پہلے شوہر کی اولاد ہے۔“

پھر ایک قہقہہ پڑا اور حمید جھینپ کر وہاں سے ہٹ گیا۔
 آخر کار یہ ہلڑا اس قدر بڑھا کہ مسٹر جیکسن کو اپنے کمرے سے باہر نکل آنا پڑا۔
 لوگ اسے دیکھ کر ادھر ادھر منتشر ہو گئے۔
 ”دل مسٹر فریدی کیا بات ہے۔“ جیکسن نے اسے اس ہیئت کڈائی میں دیکھ کر حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

”دل میری جان تمہارے عشق میں یہ حال ہو گیا ہے۔“ فریدی نے اس کی طرف بڑھ کر اُسے پلٹانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

”کیا بد تمیزی ہے۔“ جیکسن اُسے ہٹاتے ہوئے گرج کر بولا۔
 ”مارڈالو میری جان بس اسی ادھر جان جاتی ہے۔“ فریدی نے اپنے سینے پر ہاتھ مار کر کہا۔
 ”ارے اسے کیا ہو گیا۔“ جیکسن نے بے بسی سے کہا۔
 ”عشق ہو گیا ہے عشق.....“ فریدی اتنے زور سے چیخا کہ اس کی آواز بھر اگئی۔
 جیکسن نے لوگوں کو پکارا..... وہاں پھر مجمع لگ گیا۔
 ”شاید اس نے بہت زیادہ پی لی ہے۔“ جیکسن نے کہا۔
 ”نہیں صاحب..... شاید ان کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔“ ایک آدمی بولا۔

”اچانک دماغ کیسے خراب ہو گیا۔“ جیکسن نے پوچھا۔
 ”مجھے نوکروں کی زبانی معلوم ہوا کہ صبح ناشتے کے وقت اچانک ان پر اس قسم کا دورہ پڑ گیا۔“ حمید نے کہا۔ ”پہلے انہوں نے ایک کتے کو ہلاک کر دیا اور پھر مجھ پر بھی گولی چلائی۔“
 ”ارے.....!“ جیکسن نے کہا اور خوفزدہ نظروں سے فریدی کی طرف دیکھنے لگا۔
 فریدی اب بھی کھڑا وحشیانہ انداز میں قہقہے لگا رہا تھا۔

جیکسن نے لوگوں کو اشارہ کیا۔ دو تین لوگ فریدی پر ٹوٹ پڑے اور تھوڑی دیر بعد اُسے بے بس کر دیا اور پھر اسے ایک کرسی میں باندھ دیا گیا۔

فریدی کو جتنی بھی زبانیں آتی تھیں وہ ان میں یکے بعد دیگرے بے تحاشہ گالیاں بک رہا تھا۔
 ”کچھ یہ بھی بتا سکتے ہو کہ انہوں نے ناشتے میں کھایا کیا تھا۔“ جیکسن نے کچھ سوچتے ہوئے
 حمید سے کہا۔

”میں نے اس کے بارے میں نوکروں سے پوچھا تھا۔“ حمید بولا۔ ”ٹوسٹ، انڈے، جیلی،
 مکھن اور کچھ خشک میوے..... اور ہاں بنگالی رس گلے جو چیف انپکٹر صاحب نے بھجوائے تھے۔“
 ”میں نے.....!“ چیف انپکٹر نے حیرت سے کہا۔ ”میں نے تو نہیں بھجوائے تھے۔“
 ”جی.....!“ حمید نے چونک کر کہا۔

”ہاں بھئی میں نے نہیں بھجوائے تھے۔“
 ”اچھا تو یہ بات ہے..... یہ سب انہیں رس گلوں کی کرامت ہے۔ یہ ضرور ان کے کسی
 دشمن کی حرکت ہے۔“ حمید نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

”کیا ان رس گلوں میں سے کچھ بچا بھی ہے۔“ جیکسن نے کہا۔
 ”میرے خیال سے تو نہیں۔“

”انہیں فوراً ہسپتال لے چلنا چاہئے۔“ جیکسن نے کہا۔
 اس دوران میں فریدی بیہوش ہو چکا تھا۔

لوگوں نے اسے کرسی سے کھولا اور اسٹرچر پر ڈال کر ہسپتال کی طرف لے چلے۔ چونکہ
 ہسپتال نزدیک ہی تھا اس لئے ان لوگوں نے پیدل ہی جانا مناسب سمجھا۔ ابھی تھوڑی ہی دور گئے
 ہوں گے کہ فریدی اسٹرچر پر سے کود کر بھاگا..... لوگوں نے اس کا پیچھا کرنا چاہا لیکن اس نے
 انہیں پیچ در پیچ گلیوں میں ایسے ایسے چکر دیئے کہ انہیں تھک ہار کر لوٹ ہی جانا پڑا۔



نئی دریافت

فریدی دن بھر ادھر ادھر چھپتا پھرا۔ اندھیرا ہوتے ہی وہ اسی شراب خانے میں پھر جا پہنچا۔ اس نے انتہائی کوشش کی کہ کسی طرح پرنس عدنان سے غزالہ کا پیہ معلوم ہو جائے لیکن وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکا۔ تھک ہار کر اس نے اپنے مقبوضہ کمرے کا رخ کیا۔ وہاں اس نے پرنس عدنان کا بھیس بدلا اور اس کے مکان کی طرف روانہ ہو گیا۔ آج اس نے شراپیوں کی نقل نہیں کی۔ پھانگ ہی پر اُسے وہی دونوں آدمی دکھائی دیئے، جو اسے گزشتہ رات اٹھا کر لے گئے تھے۔

”سردار.....!“ ان میں سے ایک آگے بڑھ کر بولا۔ ”اس لڑکی نے تو ناک میں دم کر رکھا ہے۔ صبح سے کچھ نہیں کھایا اور شام کو دیوار سے اپنا سر ٹکرا کر زخمی ہو گئی۔“

لڑکی کا تذکرہ سن کر فریدی کے کان کھڑے ہو گئے۔

”اچھا چلو.....! چل کر دیکھتا ہوں۔“ فریدی نے گھر کے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا۔

وہ تھوڑی دور چلتا رہا پھر اچانک چیخ مار کر گر پڑا۔ دونوں اس کی طرف لپکے۔

”کیا ہوا سردار.....!“

”چلتے وقت پیر مڑ گیا ہے۔“ فریدی نے کہا۔ ”ذرا پیر کھینچو..... شاید کوئی رگ چڑھ گئی ہے۔“

ایک نے اس کا پیر پکڑ کر دو تین جھٹکے دیئے..... فریدی بدقت تمام کھڑا ہوا اور لنگڑا لنگڑا کر چلنے لگا۔

”ارے آگے چلو..... بھی تم کب تک میرے پیچھے ریگتے رہو گے۔“ فریدی نے جھلا کر کہا۔

”میرے خیال سے تو اس وقت آرام کیجئے، صبح دیکھی جائے گی۔“ ایک نے جھلا کر کہا۔

”فضول مت بکو۔“ فریدی نے کہا۔ ”چلو چل کر اسے دیکھیں کہیں وہ خود کشی نہ کر بیٹھے کہ بنانا کھیل بگڑ جائے۔“

وہ دونوں آگے آگے چل رہے تھے اور فریدی ان کے پیچھے لنگڑاتا جا رہا تھا۔ ایک کمرے میں پہنچ کر دونوں نے فرش پر بچھی ہوئی قالین ہٹائی اور اس جگہ پر جڑے ہوئے تختے کو اٹھانے لگے۔ تختے ہٹتے ہی ایک تہہ خانے کا راستہ نظر آیا..... دونوں بیڑھیوں کے ذریعہ نیچے اترنے لگے۔ فریدی بھی آہستہ آہستہ کراہتا ہوا ان کا ساتھ دے رہا تھا۔ زینے طے کر کے وہ ایک بہت بڑے کمرے میں پہنچے، جہاں چاروں طرف بہت سے چھوٹے چھوٹے کمرے بنے ہوئے تھے۔ دونوں میں ایک نے بڑھ کر ایک کمرے کا دروازہ کھولا۔ کمرے میں بجلی کا بلب روشن تھا۔ دونوں دروازے کے دونوں طرف کھڑے ہو گئے اور پرنس عدنان لنگڑاتا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔ ایک عورت زانوؤں میں سر دیئے زمین پر بیٹھی تھی۔ اس نے آہٹ سن کر اپنا سر اٹھانے کی زحمت بھی گوارا نہ کی۔ فریدی پھر دروازے کی طرف واپس لوٹا اور ان دونوں کو چلے جانے کا اشارہ کر کے پھر واپس آ گیا۔ اس نے آہستہ سے عورت کے سر پر ہاتھ رکھا اور وہ اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ یہ غزالہ تھی۔

”خبر دار مجھے ہاتھ مت لگانا۔“ وہ بچہ کر بولی۔ ”اس کی پیشانی کے زخم پر خون جم گیا تھا۔ بال الجھے ہوئے..... چہرہ دیراں تھا۔ آنکھیں کسی خوفزدہ ہرنی کی آنکھوں کی طرح معلوم ہو رہی تھیں۔“

”یہ تم نے اپنا سر کیوں پھوڑ لیا۔“ فریدی نے نرم لہجے میں پوچھا۔
”مجھ سے مطلب.....!“ وہ گرج کر بولی۔

”کھانا کیوں نہیں کھایا۔“

”میری خوشی.....!“

”آخر اس طرح بگڑ کیوں رہی ہو۔“ فریدی نے کہا۔

”جاؤ جا کر اپنا کام کرو..... میں بیکار باتیں نہیں کرنا چاہتی۔“

”اُف کیا تم نہیں جانتیں کہ میں تم سے کتنی محبت کرتا ہوں۔“

”اچھا یہ کب سے۔“ غزالہ طنزیہ لہجے میں بولی۔

”جس دن سے تمہیں دیکھا ہے۔“

”اچھا تو کان کھول کر سن لو..... اگر اب تم نے اس قسم کی گفتگو کی تو خود کشی کر لوں گی یا

تمہارا اگلا گھونٹ دوں گی۔“

”حسن غصے میں بڑا بھلا معلوم ہوتا ہے۔“

”دور ہو جاؤ..... یہاں سے کینے کتے کہیں کے۔“ وہ گرج کر بولی۔

”دیکھو..... میرا کہنا مان لو..... میں تمہیں آزاد کر دوں گا۔“

”ایسی آزادی پر میں موت کو ترجیح دیتی ہوں۔“

”تمہارے اس خیال سے مجھے خوشی ہوئی۔“ فریدی نے کہا۔ ”گھبراؤ نہیں..... تم بہت

جلد رہا ہو جاؤ گی۔“

غزالہ حیرت سے اُس کا منہ دیکھنے لگی۔ یہ چیز اس کی سمجھ سے باہر تھی کہ پرنس عدنان میں ایک بیک تبدیلی کیسے ہو گئی۔

”میں عدنان نہیں فریدی ہوں۔“ فریدی نے آہستہ سے کہا۔ ”عدنان میری قید میں ہے۔“

”اوہ تو اب تم یہ دوسری چال چل رہے ہو۔“ غزالہ تلخ لہجے میں بولی۔ ”لیکن اتنا یاد رکھو کہ

تم مجھ پر کسی طرح فتح نہیں پاسکتے۔“

فریدی ہنسنے لگا۔ اس نے اسے مختصر ساری داستان سنادی۔ وہ حیرت سے منہ کھولے سن رہی تھی۔

”یہ تو بہت بُرا ہوا کہ ان کم بختوں نے والد صاحب کو بھی اس سے مطلع کر دیا.....!“

غزالہ بولی۔

”لیکن تم اطمینان رکھو..... میں نے انہیں تمہاری پاک دامنی کا اچھی طرح یقین

دلا دیا ہے۔“

”مگر میں کس طرح یقین کر لوں کہ آپ پرنس عدنان نہیں ہیں۔“ غزالہ بے اعتباری

سے بولی۔

”یہ لو وہ تصویریں جو میں نے پرنس عدنان سے حاصل کی ہیں۔“ فریدی نے جیب سے ایک

لفافہ نکال کر غزالہ کی طرف بڑھا دیا۔

وہ لفافے سے تصویریں نکال کر دیکھنے لگی۔

”اب لاؤ..... میں انہیں جلا دوں۔“ فریدی نے اس کے ہاتھ سے تصاویر لے کر جلا دیں۔

”کہو اب یقین آیا۔“

غزالہ نے سر ہلادیا۔

”تو پھر مجھے یہاں سے چھٹکارا کب ملے گا۔“ وہ بولی۔

”بہت جلد..... ذرا وہ شخص قبضے میں آجائے، جو اس سارے گورکھ دھندے کا خالق ہے۔“

فریدی نے کہا۔ ”ہاں یہ تو بتاؤ کہ تم اس دن ہوٹل سے ایک بیک غائب کس طرح ہو گئی تھیں۔“

”یہ بھی ایک عجیب و غریب داستان ہے۔ جیسے ہی غسل خانے سے نکلی مجھے والد صاحب دکھائی دیئے، میں پریشان ہو گئی۔ میں دراصل ان سے یہ کہہ کر آئی تھی کہ میں خالہ جان کے یہاں دہلی جا رہی ہوں۔ انہوں نے وہاں میری موجودگی کا سبب پوچھا جس کا میں کوئی تفسی بخش جواب نہ دے سکی۔ انہوں نے مجھ سے واپس چلنے کے لئے کہا اور میں ان کے ساتھ ہو لی۔ باہر ٹیکسی کھڑی تھی۔ ہم دونوں اس پر بیٹھ کر روانہ ہو گئے۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ وہ مجھے اپنے ایک دوست کے یہاں لئے جا رہے ہیں اور پھر مجھے کچھ اچھی طرح یاد نہیں کہ میں اس قید خانے میں کس طرح پہنچی۔“

غزالہ خاموش ہو گئی۔

”اور یہی وجہ ہے کہ اب جلدی سے کسی بات پر یقین کر لینے کو دل نہیں چاہتا۔“ غزالہ بولی۔

”لیکن میری باتوں پر یقین نہ کرنے کی بھی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔“ فریدی نے کہا۔ ”میں

اپنا میک اپ بگاڑنا نہیں چاہتا، ورنہ ابھی اپنی اصلی صورت بھی دکھا دیتا۔“

غزالہ بدستور خاموش رہی۔ سر سے زیادہ خون نکل جانے اور دن بھر بھوک کی رہنے کی بناء پر

اسے فحاش محسوس ہو رہی تھی۔ وہ دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔

”آؤ میں تمہارا زخم دھو کر پیٹی باندھ دوں۔“ فریدی نے کہا۔

غزالہ کچھ نہیں بولی۔ فریدی نے اسٹول پر رکھا ہوا پانی کا جگ اٹھایا اور اپنا رومال تر کر کے

زخم دھونے لگا۔ غزالہ آنکھیں بند کئے بیٹھی رہی۔ دو موٹے موٹے آنسو اس کی آنکھوں سے نکل

کر رخساروں پر بہہ چلے۔

”ارے..... تو تم روتی کیوں ہو۔“ فریدی نے کہا۔ ”گھبراؤ نہیں..... تمہیں یہاں

صرف دو ایک دن اور رہنا پڑے گا۔“

غزالہ پھر بھی کچھ نہ بولی۔

”ٹھہرو..... میں بیٹیاں اور منچر آئیوڈین لیتا آؤں۔“ فریدی نے کہا اور کمرے سے نکل آیا۔ ابھی وہ چند ہی قدم چلا تھا کہ دفعتاً اسے ایسا معلوم ہوا جیسے کوئی انگریزی میں کچھ کہہ رہا ہو۔ وہ پلٹ پڑا..... جس کمرے سے آواز آرہی تھی اس نے دروازے کے شیشوں سے جھانک کر دیکھا ایک شخص اس کی طرف بیٹھ کئے بیٹھا کچھ پڑھ رہا تھا۔ فریدی نے دروازہ کھولنا چاہا مگر باہر سے تالا بند تھا۔ فریدی نے اتنا اندازہ ضرور لگالیا کہ وہ کوئی انگریز ہے۔

فریدی تہہ خانہ سے نکل کر ان دونوں آدمیوں کو تلاش کرنے لگا۔ دونوں ایک کمرے میں بیٹھے ہوئے شراب پی رہے تھے۔

فریدی کو دیکھتے ہی دونوں گھبرا کر کھڑے ہو گئے۔ ان کے انداز سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے فریدی غیر متوقع طور پر کمرے میں پہنچ گیا ہو۔

”آج جی بھر کر پیو میرے شیر..... آج میں بہت خوش ہوں۔“ فریدی نے کہا۔ ”لیکن پہلے ذرا ایک کام کر دو۔“

”کہئے.....!“ ایک بولا۔

”فرسٹ ایڈ بکس لاؤ۔“ فریدی نے کہا۔ ”نمبر بارہ کی کنجی۔“

ان میں سے ایک باہر چلا گیا اور دوسرے نے ایک کنجی نکال کر فریدی کو دی۔ فریدی ایک کرسی پر بیٹھ کر گئے ہوئے آدمی کا انتظار کرنے لگا۔

چند منٹوں کے بعد وہ واپس آیا۔ اس کے ہاتھ میں مرہم پٹی کا سامان رکھے والا ایک بکس تھا۔ فریدی بکس لے کر تہہ خانہ کی طرف چلا گیا اور دونوں پھر بیٹھ کر شراب پینے لگے۔

فریدی نے غزالہ کی مرہم پٹی کی اور دوسرے کمرے کی طرف روانہ ہو گیا۔ جیسے ہی وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا اس کے منہ سے حیرت کی چیخ نکل گئی اور اس کا چہرہ مسرت سے چمکنے لگا۔

اندر بیٹھا انگریز جیکسن تھا۔ وہ حد درجہ دبلا اور کمزور نظر آ رہا تھا۔

فریدی کو دیکھ کر اس نے نفرت سے منہ سکڑا لیا۔

”تو میرا شبہ صحیح نکلا.....!“ فریدی آہستہ سے بڑبڑایا۔

”کہتے مسٹر جیکسن کیسے مزاج ہیں۔“ فریدی نے کہا۔

”ٹھیک ہوں۔“ جیکسن نے مردہ دلی سے کہا۔

جیکسن اس کی طرف دیکھنے لگا۔

”آپ یہاں کس طرح آئے۔“ فریدی نے بے ساختہ پوچھا۔ وہ یہ بھی بھول گیا تھا کہ وہ

اس وقت پرنس عدنان کے بھیس میں تھا۔

”کیا مطلب.....!“ جیکسن نے تلخ لہجے میں کہا۔ ”کیوں میرا مذاق اڑانے کی کوشش

کر رہے ہو۔“

”میں فریدی ہوں۔“ فریدی نے جھک کر آہستہ سے کہا۔

”ارے.....!“ جیکسن اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

”جی ہاں۔“

”مگر تم..... مگر تم.....!“

”جی ہاں..... میں پرنس عدنان کے بھیس میں ہوں اور وہ میری قید میں ہے۔“ جیکسن

بے اختیار فریدی سے لپٹ گیا۔

”میں سچ کہتا ہوں مسٹر فریدی کہ خدا کے بعد مجھے صرف تمہاری ذات سے اس کی امید

تھی۔“ جیکسن گلوگیر آواز میں بولا۔

”لیکن آپ یہاں کس طرح۔“ فریدی نے کہا۔

”ہسپتال سے رخصت ہونے میں کچھ ہی دن باقی تھے کہ اچانک ایک دن میں نے خود کو

یہاں اس کوٹھری میں پایا اور اس کے علاوہ میں کچھ اور نہیں جانتا۔“

”آپ کچھ بتا سکتے ہیں کہ آپ کس کی قید میں ہیں۔“

”نہیں..... بالکل نہیں۔“ جیکسن نے کہا۔

”آپ لیونارڈ کی قید میں ہیں۔“

”لیونارڈ.....!“ جیکسن اچھل کر بولا۔ ”وہ یہاں کہاں۔“

”وہ یہاں کے نوابوں اور راجاؤں کو بلیک میل کرنے کے لئے یہاں آیا ہے اور آج کل آپ

کارول بحسن و خوبی انجام دے رہا ہے۔“

”کیا مطلب.....!“

”وہ آپ کے بھیس میں محکمہ سراغ رسانی کے سپرنٹنڈنٹ کے فرائض انجام دے رہا ہے۔“
جیکسن حیرت سے فریدی کا منہ نکلنے لگا۔

”مسٹر فریدی اگر تم نے اُسے گرفتار کر لیا تو تم نہ صرف ہندوستان بلکہ پوری برٹش امپائر کے بہت بڑے آدمی ہو گے۔“ جیکسن نے فریدی کا ہاتھ دباتے ہوئے پر غلوں لہجے میں کہا۔

”اچھا اب تھوڑی دیر ٹھہریے۔“ فریدی نے کہا۔ ”میں اسی وقت آپ کو لے چلوں گا..... اور آج ہی رات کو لیونارڈ کو گرفتار کرنے کی کوشش کروں گا، ورنہ معلوم نہیں کل کیا ہو۔ وہ انتہائی چالاک آدمی ہے۔“

فریدی تہہ خانے سے نکل کر سیدھا پرنس عدنان کی خواب گاہ میں گیا اور ٹرانسمیٹر کھول کر اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

”کہو کیا بات ہے۔“ ٹرانسمیٹر سے آواز آئی۔

”سب ٹھیک ہے۔“ فریدی بولا۔ ”لڑکی کی دوسری تصویریں لے لی گئی ہیں..... آج وہ دیوار سے سر نکل کر کافی زخمی ہو گئی ہے۔“

”ان سب باتوں کی پرواہ نہ کرو.....“ ٹرانسمیٹر سے آواز آئی۔ ”یہ بتاؤ کسی اور نے بھی خط و کتابت کی یا نہیں۔“

”ابھی تک نہیں۔“ فریدی بولا۔

”اچھا کل میں تمہیں ایک تدبیر بتاؤں گا.....“ ٹرانسمیٹر سے آواز آئی۔ ”اور ہاں ایک نئی خوشخبری سنو..... فریدی پاگل ہو گیا۔“

”واقعی.....!“ فریدی چپک کر بولا۔

”ہاں..... میری اسکیم کامیاب ہو گئی..... اب یہاں تمہیں کسی سے خوف نہ کھانا چاہئے۔“
”یہ بہت اچھا ہوا۔“ فریدی نے کہا۔

”کل رات کو ٹھیک نوبے آپ کمرے میں موجود رہنا۔“ ٹرانسمیٹر سے آواز آئی اور پھر بند ہو گئی۔ فریدی ٹرانسمیٹر بند کر کے اس کمرے میں آیا جہاں دونوں شراب پی رہے تھے۔ وہ دونوں زمین پر اوندھے پڑے تھے اور قریب ہی تین چار خالی بوتلیں پڑی ہوئی تھیں۔

فریدی جیکسن اور غزالہ کو لے کر سیدھا کلکٹر کے بنگلے پر پہنچا۔ رات کے تقریباً گیارہ بج گئے تھے۔ کلکٹر سوچا تھا لیکن فریدی کے کہنے پر نوکروں نے اسے جگادیا۔

فریدی اور جیکسن کی داستان سن کر کلکٹر اچھل پڑا۔

اسی وقت ایک گھنٹے کے اندر اندر مسٹر جیکسن کے بنگلے پر چھاپہ مارنے کا انتظام کیا گیا۔ لیونارڈ پر اچانک اس وقت پولیس ٹوٹ پڑی جب وہ جیکسن کے بھیس میں اس کی خواب گاہ میں پڑا خراٹے لے رہا تھا۔ اسی وقت فریدی سے پرنس عدنان کو بھی شراب خانے سے لائے جانے کا انتظام کیا۔ پھر دونوں حوالات میں بند کر دیئے گئے۔

فریدی نے اُسی رات کو نواب رشید الزماں کو تار دلویا۔ دوسرے دن صبح وہ بھی پہنچ گئے۔ غزالہ شرمندگی کی وجہ سے سر نہیں اٹھا رہی تھی۔ رشید الزماں اُس سے لپٹ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

”مگر جناب۔“ حمید فریدی کو مخاطب کر کے بولا۔ ”اگر اُس دن کہیں میں آپ کے پستول کی نذر ہو گیا ہوتا تو اس وقت آپ کی کامیابی پر تالیاں کون بجاتا۔“

”اچھا تو کیا آپ مجھے اتنا ناؤی نشانہ باز سمجھتے ہیں۔“ فریدی بولا۔

”لیکن میں آپ سے سچ کہتا ہوں، میں نے پاگل پن کا اتنا عمدہ مظاہرہ آج تک نہیں دیکھا۔“

حمید نے کہا۔

”ارے تم نے ابھی دیکھا ہی کیا ہے۔“

”ذرا کان ادھر لائیے۔“ حمید نے آہستہ سے کہا۔

فریدی سر جھکا کر سننے لگا۔

”غزالہ کے متعلق کیا خیال ہے۔“ حمید نے آہستہ سے اس کے کان میں کہا اور فریدی نے

اس کی پیٹھ پر ایک گھونسا جڑ دیا۔

ختم شد